بسمہ تعالیٰ

سیدۂ عالمؑ

کی

مظلومیت

تالیف:

آیت اللہ سید علی حسینی میلانی

ترجمہ:

سید قیصر منجھن پور

|  |  |  |
| --- | --- | --- |
| نام کتاب | : | سیدۂ عالمؑ كی مظلومیت |
| مؤلف | : | استادآیۃ اللہ سید علی حسینی میلانی دام ظلہ |
| ترجمہ | : | سید محمد قیصر منجھن پور |
| ناشر | : | جعفری پروپگیشن سینٹر، باندرہ، ممبئی 400050۔ |
|  |  | ای میل: jpcbandra@yahoo.com  ویبسائٹ: www.jpconline.org |
| تاریخ طباعت: | : | جمادی الاولیٰ ۱۴۳۲؁ھ اپریل ۲۰۱۱؁ء |

# فہرست

|  |  |  |
| --- | --- | --- |
| **شمارہ** | **موضوعات** | **صفحہ** |
| ۱ | سب سے پہلے | ۴ |
| ۲ | (پہلی فصل)حضرت فاطمہ زہراؑ کی منزلت روایتوں کی روشنی میں | ۷ |
| ۳ | (دوسری فصل)پیغمبر اسلام ؐ کی نظر میں حضرت علی ﷣ کی منزلت | 19 |
| ۴ | (تیسری فصل)خفیہ دشمنی | 23 |
| ۵ | حضرت علی ؑ اور حضرت فاطمہ زہرا ﷥ سے دشمنی | ۳۱ |
| ۶ | (چوتھی فصل)حقائق کی تحریف اور ان کی کاٹ چھانٹ | 36 |
| ۷ | (پانچویں فصل)غصب فدک اور اس کے نتائج | 44 |
| ۸ | باغ فدک حضرت فاطمہ زہرا ﷥ کی ملکیت تھا | 45 |
| ۹ | (چھٹی فصل)بیت عصمت میں آگ | 63 |
| ۱۰ | آتش گیر مادہ اور سلگتی ہوئی رسی کا لایا جانا | 67 |
| ۱۱ | (ساتویں فصل)حضرت محسن کی شہادت | 74 |
| ۱۲ | (آٹھویں فصل)جناب فاطمہ زہرا کے گھر کی بے حرمتی | 81 |
| ۱۳ | (نویں فصل)چند حقائق پر طائرانہ نگاہ | 84 |
| ۱۴ | آخری بات | 88 |

# سب سے پہلے

الحمد اﷲ رب العالمین والصلاۃ والسلام علیٰ سیدنا محمد وآلہٖ الطیبین الطاہرین ولعنۃ اﷲ علیٰ اعدائھم اجمعین من الاولین والاٰخرین.

گفتگو کا آغاز صدیقۂ طاہرہ حضرت فاطمہ زہرا ﷥ کی مظلومیت سے کررہا ہوں ……واقعی یہ بات سوچنے کی ہے کہ ہماری گفتگو کاموضوع خاتون جنت کے فضائل و مناقب کے بارے میں کیوں نہیں ہے؟

ہماری بحث کا محور شہزادیٔ کونین کی پاک وپاکیزہ زندگی کیوں نہیں ہے؟

آخر فاطمہ زہرا ﷥ کی مظلومیت کے بارے میں بحث کیوں کر رہا ہوں ؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ :

بعض لوگ کہتے ہیں حضرت صدیقۂ طاہر ہ ﷥ کی زندگی کے سارے اتفاقات فقط ایک تاریخی واقعہ پر مشتمل ہیں جنھیں بیان کرنا مناسب نہیں ہے، بلکہ ان کے بیان سے لوگوں کی فکروں میں ہیجان پیدا ہو تا ہے۔ اس لئے کہ تاریخی واقعات سچے بھی ہو سکتے ہیں اورجھوٹے بھی (!!)

ہم اپنی بحث میں بغیر کسی تعصب اور عناد کے اس کلام کا جائزہ لیں گے، گرچہ تاریخ میں جو کچھ واقع ہوا ہے اسے پڑھنا اس کے بارے میں گفتگو کرنا نہایت تلخ و دشوار ہے۔

اس کتاب میں اپنی استطاعت اور امکان بھر اس بات کی کوشش کروں گا کہ اپنی بات کو اہلسنت کے انھیں منابع و مصادر سے ثابت کر وں جو سب سے زیادہ اہم، مشہور، صحیح اور قدیم ترین کتابوں میں ہیں۔

یہ مطلب غور طلب ہے۔اتنے عظیم اوراہم واقعہ کو اگر صرف ایک تاریخی واقعہ کی نگاہ سے دیکھا جائے اور اس کو کوئی اہمیت نہ دی جائے …تو کیا اس کا یہ معنی نہیں ہو تا کہ حضرت ختمی مرتبت ﷺ کی تمام جنگوں ، اوران جنگوں میں امیرالمومنین علی ﷣ کے نمایاں کارناموں ، یا امیرالمومنین ﷣ کے شب ہجرت بستر پیغمبر ﷺ پر سونے حضرت علی ﷣ کا حضرت صدیقہ طاہرہ ﷥ کے ساتھ رشتۂ ازدواج میں منسلک ہونے، خود امیرالمومنین ﷣ کے ظاہری عہد حکومت میں مختلف جنگوں کے رونماہونے، کربلا کا انسانیت سوز واقعہ، اور سید الشہداء حضرت امام حسین ﷣ کی شہادت عظمیٰ جیسے تمام عظیم واقعات بھی ایک تاریخی پہلو سے دیکھے جائیں اور بس؟!

تو پھرکیوں ان تاریخی واقعات کو محور بنا کر اصول او ر تحقیق کے نام پر علماء ومحققین بے شمار کتابیں تحریر کررہے ہیں اور مقالوں کی شکل میں لکھ کر اپنا قیمتی وقت ضائع کر رہے ہیں ؟

اگر یہ منطق صحیح ہے تو اس کی بنا ء پر اہلسنت کے بہت سے نظریات جیسے ابوبکر کا پیغمبر اکرم ﷺ کے ساتھ غار میں رہنا اور خود ان لوگوں کے بقول آنحضرت ﷺ کے مرض الموت کے وقت آپ کی جگہ پر ابوبکر کا نماز پڑھانا اور اس جیسے دیگر واقعات جن کے ذریعہ وہ لوگ اپنے خیال میں اپنے خلفاء، اور رہبران کی فضیلت و برتری کو ثابت کر نے کے لئے اپنی کتابوں میں استدلال کر تے ہیں۔ پھر ان تمام واقعات کو بھی صرف تاریخی پہلو ہی سے دیکھنا چاہئے، ان کے بارے میں گفتگو کر نے سے پر ہیز کرنا چاہئے (اس لئے کہ تاریخی واقعات سچے بھی ہو سکتے ہیں اور جھوٹے بھی!!)

اس لحاظ سے حضرت صدیقۂ طاہرہ ﷥کی نورانی زندگی کے تمام واقعات صرف تاریخی نہیں کہے جا سکتے بلکہ ان سب کا ہمارے مذہب کے اصول سے گہرا تعلق ہے اور وہ تمام واقعات جو اس ماجرا پر ختم ہوتے ہیں یا اس کے بعد رونما ہوئے ہیں وہ سب ایک زنجیر کی کڑیوں کے مانند ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔

اگر شیعہ اثنا عشری مذہب سے حضرت فاطمہ زہرا ﷥ کی مظلومیت اور ان آثار و حقائق کو جو اس پر مترتب ہوتے ہیں نکال دیا جائے تو تاریخ اسلام کا عظیم اور سر نوشت ساز حصہ حذف ہو جائے گا اور ہمارا مذہب بھی دوسرے مذہب کے مانند بس یونہی ایک عام قسم کے مذہب میں تبدیل ہو جائے گا۔

اس اعتبار سے ہر گز یہ نہیں کہنا چاہئے کہ ’’یہ بھی ایک تاریخی واقعہ ہے جس کی تحقیق میں صرف تاریخی پہلو پایا جاتا ہے اور بس ‘‘ اس لئے کہ حضرت زہرا ﷥ کی مظلومیت کا مذہب تشیع کے عقیدہ اور بنیاد سے بطور مستقیم رشتہ پایا جاتا ہے۔

اس کتاب میں سیدۂ عالم حضرت فاطمہ زہرا ﷥ کی مظلومیت کی روداد کو تفصیل کے ساتھ بیان کر وں گا۔یہ تمام مطالب گرچہ ایک دوسرے سے متصل ہیں مگر بیشتر مطالب مستقل ہیں اور ہمیں اس بات کا یقین ہے کہ آخر میں یہ بات ضرور روشن ہو جائے گی کہ یہ واقعہ عقیدتی پہلو کا حامل ہے اورمکتب تشیع کے اہداف و تکامل کی راہ میں بطور مستقیم اثر رکھتا ہے جومذہب تشیع کے پیروکاروں کو صراط مستقیم کی راہ طے کر نے میں آسانی فراہم کرتا ہے۔

پہلی فصل

## خدا اور حضرت رسول خدا ﷺ کے نزدیک حضرت فاطمہ زہرا ﷥ کی عظمت و منزلت

## حضرت فاطمہ زہرا ﷥ کی منزلت روایتوں کی روشنی میں

یہ بات بالکل واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے نزدیک حضرت فاطمہ زہرا ﷥ کی شخصیت والامقام اور ان کی منزلت نیز دیگر امور کے بارے میں بے شمار احادیث پائی جاتی ہیں یہاں تک کہ شیعہ و سنی مذہب کے بزرگ علماء نے احادیث کو مستقل اور جداگانہ کتاب کی شکل میں یکجا کر نے کا اہتمام کیا ہے :

اصل بحث شروع کر نے سے پہلے چند روایتوں کا تذکرہ کرتا ہوں یہ حدیثیں۔ جو اہلسنت کے قدیم ترین مآخذ میں درج ہیں۔ حضرت صدیقہ طاہر ﷥ کی شناخت و معرفت کے سلسلہ میں اہم ترین نقش ادا کرتی ہیں۔

## حضرت فاطمہ زہرا ﷥ سردار خاتون جنت ہیں

پیغمبر اکرم ﷺ فرماتے ہیں …:

فاطمۃ سیدۃ نساء اھل الجنۃ

فاطمہ ﷥ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔

یہ حدیث حضرت ختمی مرتبت ﷺ کے ذریعہ دوسرے الفاظ کیساتھ بھی نقل ہوئی ہے مثلاًایک مقام پر آپ فرماتے ہیں :

فاطمۃ سیدۃ نساء ھذہ الامۃ

فاطمہ﷥ اس امت کی تمام عورتوں کی سردار ہیں۔

دوسری جگہ ارشادفرماتے ہیں :

فاطمۃ سیدۃ نساء المومنین

فاطمہ ﷥تمام باایمان عورتوں کی سردار ہیں۔

فاطمہ سیدۃ نساء العالمین

فاطمہ ﷥عالمین کی عورتوں کی سردار ہیں۔

ایک بات قابل ذکر ہے کہ یہ حدیث مختلف الفاظ کی شکل میں صحیح بخاری، مسند احمد بن حنبل، الخصائص نسائی، ابو دائود طیالسی کی المسند مسلم کی صحیح مسلم(فضائل حضرت فاطمہ زہرا ﷥ کی فصل میں )حاکم نیشا پوری کی المستدرک صحیح ترمذی، صحیح ابن ماجہ اور دوسرے ماخذ میں بھی ذکر ہوئی ہے۔[[1]](#footnote-1)؎

پیغمبر اکرم ﷺ (جو بغیر منشأ وحی کے کلام ہی نہیں فرماتے)کی مذکورہ بالا حدیثوں کی بنیادپر حضرت فاطمہ زہرا ﷥ عالمین کی اول و آخر تمام عورتوں کی سردار ہیں۔

فاطمہ زہرا ﷥ پیغمبر اکر م ﷺ کے وجود کا ٹکڑا ہیں۔

شیعہ و سنی دونوں کی معتبر کتابوں میں پیغمبر اکرم ﷺ کی یہ حدیث نقل ہوئی ہے۔

فاطمۃ بضعۃ منی مَن اغضبھا أغضبنی

فاطمہ ﷥میرے وجود کا ٹکڑا ہے جس نے انھیں ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔

یہ حدیث اسی لفظ اور متن کے ساتھ صحیح بخاری اور دیگر منابع میں بھی نقل ہوئی ہے۔[[2]](#footnote-2)؎

دوسری تعبیر کے ساتھ نقل ہونے والی روایت میں آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں :

فاطمۃ بضعۃ منی یریبنی ماأرابھا و یؤذینی ما آذاھا

فاطمہ ﷥میرے جسم کا ٹکڑا ہے جس چیز نے انھیں رنجیدہ کیا اس نے مجھے رنجیدہ کیا اور اس نے مجھے اذیت پہنچائی جس نے انھیں اذیت پہنچائی۔

اس تعبیر کے ساتھ صحیح بخاری، مسند احمد، صحیح ابن داود، صحیح مسلم اور دیگر منابع میں بھی یہ حدیث نقل ہوئی ہے۔[[3]](#footnote-3)؎

صحیح مسلم میں یہ حدیث اس طرح نقل ہوئی ہے کہ آنحضرت ؐ نے فرمایا:

انّما فاطمۃ بضعۃ منّی یؤ ذینی ماآذاھا،

یقیناً فاطمہ میرے وجود کا ٹکڑا ہے جو شئی انھیں اذیت دیتی ہے وہ مجھے اذیت دیتی ہے۔ [[4]](#footnote-4)؎

احمد بن حنبل نے المسند میں پیغمبر اکرم ﷺ سے نقل کیاہے :

انّما فاطمۃ بضعۃ منّی یو ذینی مااذاھا و ینصبنی ما انصبھا

بیشک فاطمہ﷥ میرے وجود کاٹکڑا ہے جس نے انھیں اذیت دی اس نے مجھے اذیت پہنچائی اور جس نے انھیں تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی۔[[5]](#footnote-5)؎

اسی حدیث کو ترمذی نے بھی اپنی کتاب صحیح میں نقل کیا ہے۔[[6]](#footnote-6)؎

حاکم نیشاپوری اسے نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں :

یہ حدیث بخاری و مسلم کے اصول کے اعتبار سے صحیح ہے۔[[7]](#footnote-7)؎

احمد بن حنبل نے اپنی کتاب المسند کے دوسرے مقام پر اس طرح نقل کیا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا :

فاطمۃ بضعۃ منی یقبضنی ما یقبضھا و یبسطنی ما یبسطھا

فاطمہ میرے وجود کا حصہ ہے جو انھیں غمناک کرتا ہے وہ مجھے غمناک کرتا ہے اور جو انھیں شاد کرتا ہے وہ مجھے شاد کرتا ہے۔[[8]](#footnote-8)؎

یہی تعبیر المستدرک اور دیگر منابع میں بھی آئی ہے حاکم نیشا پوری اس حدیث کے ذیل میں کہتے ہیں اس حدیث کے اسناد صحیح ہیں۔[[9]](#footnote-9)؎

## فاطمہ ﷥ کی خوشی و ناخوشی خدا وند عالم کی خوشی و ناخوشی ہے

ایک عظیم الشان حدیث میں آنحضرت ﷺ اپنی بیٹی کے بارے میں اس طرح فرماتے ہیں :

ان اللّٰہ یغضب لغضب فاطمۃ و یرضی لرضاھا

یقیناً خدا وند عالم جناب فاطمہ زہرا ﷥کی ناراضگی سے ناراض ہوتا ہے اور ان کی خوشنودی سے خوش ہوتا ہے۔

اس حدیث کو المستدرک، الاصابۃاور تہذیب التہذیب میں دیکھا جا سکتا ہے، البتہ صاحب کتاب کنزل العمال نے بھی اسے ابو یعلی، طبرانی اور ابو نعیم سے روایت کیا ہے نیز اس کے علاوہ دیگر منابع میں بھی یہ حدیث موجود ہے۔[[10]](#footnote-10)؎

## جو سب سے پہلے پیغمبر اکرم ﷺ سے ملاقات کرے گا

جب پیغمبر اکرم ﷺ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آنحضرت ؐ نے نہایت حساس لمحہ میں بیٹی فاطمہ ﷥ کو طلب فرمایا اور آہستہ سے کچھ فرمایا، تو فاطمہ ﷥ نے گریہ شروع کردیا پھر دوبارہ آپ نے انھیں بلایا اور کچھ آہستہ سے فرمایا تو شہزادیٔ کونین کے لب پر مسکراہٹ آگئی۔[[11]](#footnote-11)؎

جس وقت پیغمبر اکرمﷺ نے اس دار فانی کو وداع فرمایا عائشہ نے جناب فاطمہ ﷥ کو قسم دلائی کہ اس راز کو بیان کریں تاکہ معلوم ہو جائے کہ آنحضرتؐ نے ان سے کیا فرمایا ہےحضرت فاطمہ ﷥ نے فرمایا:

’’سارنی رسول اللّٰہ (او:سارنی النبی) فاخبرنی یقبض فی وجعہٖ ھٰذافبکیت، ثم سارنی فاخبرنی انّی اول اھل بیتہ اتبعہ فضحکت:

’’پیغمبر اکرم ﷺ[[12]](#footnote-12)؎نے آہستہ سے مجھ سے فرمایا میں اس مرض میں دارفانی سے رخصت ہو جاؤں گا تو مجھے رونا آگیا اس کے بعد آہستہ سے پھر مجھے خبر دی کہ تم اہلبیت کی پہلی فرد ہو گی جو مجھ سے ملاقات کروگی تو میں خوش ہوگئی۔

یہ حدیث اہلسنت کی کئی معتبر کتابوں میں نقل ہوئی ہے۔[[13]](#footnote-13)؎

## پیغمبر اسلام ﷺکے بعد صداقت میں سب سے زیادہ

حضرت فاطمہ زہرا ﷥ کی منزلت اور عظیم شخصیت کے بارے میں عائشہ فرماتی ہیں:

’’مارأیت احداً کان اصدق لھجۃ منھا غیر ابیھا‘‘

رسول اللہ ﷺ کے بعد حضرت فاطمہ زہرا ﷥ سے زیادہ صداقت اور سچائی میں کسی کو نہیں دیکھا ‘‘

حاکم نیشاپوری نے المستدرک میں نقل کر نے کے بعد لکھا ہے:

یہ روایت بخاری و مسلم کے اصول کے مطابق صحیح ہے اور ذھبی نے بھی اس کے صحیح ہو نے کا اقرار کیا ہے نیز یہ حدیث استیعاب اور حلیۃ الاولیامیں بھی نقل ہوئی ہے۔[[14]](#footnote-14)؎

## پیغمبر اکرم ﷺ احترام میں کھڑے ہو جاتے تھے

ایک روایت میں عائشہ سے نقل ہے :

’’کانت اذا دخلت علیہ. علیٰ رسول اللہ ﷺ. قام الیھا فتقبلھا و رحب بھاو اخذ بیدھا فاجلسھا فی مجلسہ ‘‘

جب فاطمہ زہرا ﷥ حضرت رسول خدا ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتی تھیں تو آپ ان کے استقبال میں کھڑے ہو جاتے تھے، بوسہ لیتے تھے، ان کو خوش آمدید کہتے تھے، ان کا ہاتھ پکڑ کر اپنی جگہ بٹھاتے تھے‘‘

حاکم نیشاپوری نے اس روایت کو نقل کر نے کے بعد لکھا ہے :

’’یہ روایت بخاری و مسلم کے اصول و قواعد کے مطابق صحیح ہے اور ذھبی نے بھی اس کے صحیح ہو نے کو تسلیم کیا ہے۔ [[15]](#footnote-15)؎

## سب سے زیادہ محبوب

طبرانی کی روایت کے مطابق پیغمبر اکر م ﷺ نے حضرت علی ﷣ سے فرمایا :

’’ فاطمۃ احب الیّ منک و انت اعزّ علی منھا‘‘

فاطمہ میرے نزدیک تم سے زیادہ محبوب ہے اور تم میرے نزدیک ان سے زیادہ عزیز ہو

ہیثمی نے ’’مجمع الذوائد‘‘ میں نقل کر نے کے بعد لکھا ہے :

اس حدیث کے تمام راویان صحیح ہیں۔[[16]](#footnote-16)؎

## علمائے اہلسنت کے اقوال پر ایک نظر

اب تک جو کچھ بیان ہوا وہ آئندہ کی بحث کے متعلق بطور مقدمہ پیش کیا گیا ہے آئندہ جو مطالب پیش کئے جائیں گے اور واقعات کے تجزیہ میں جو کچھ بیان کیا جائے گا مذکورہ حدیثوں ہی سے استفادہ کر تے ہوئے پیش کیا جائے گا۔

آپ نے اچھی طرح ملاحظہ فرمایا کہ یہ حدیثیں اہلسنت کے اہم اور نہایت معتبر اسنادو ماخذ سے (جو خود ان کے نزدیک صحیح ہیں )انتخاب ہوئی ہیں جن کی دلالت میں بھی کسی طرح کا نزاع نہیں ہے۔

مذکورہ حدیثوں کے استدلال میں ایک استدلال حضرت فاطمہ ﷥ کی عصمت کے ثبوت سے بھی متعلق ہے اور اس کے علاوہ آیت تطہیر اور دیگر دلیلیں بھی اس مطلب کو ثابت کر تی ہیں۔

اس کے علاوہ اہل سنت کے بے شمار محدثین، حفاظ اور اہل سنت کے بزرگ علماء اس بات کے قائل ہیں کہ حضرت صدیقہ طاہرہ ﷥خلیفہ اول و دوم سے برتر اور افضل ہیں۔

یہاں تک کہ بعض علماء نے مذکورہ حدیثوں خصوصاً پیغمبر اکرم ؐ کی یہ حدیث کہ ’’فاطمۃ بضعۃ منی۔(فاطمہ میرے وجود کا ٹکڑا ہے)کی بناء پر فاطمہ ﷥ کو چاروں خلفاء سے افضل اور برتر شمار کیا ہے۔

لہٰذا مناسب معلوم ہو تا ہے کہ ’’منّاوی‘‘کی وہ عبارت پیش کی جائے جس میں اہل سنت کے بعض عظیم اور بزرگ علماء کے اقوال درج ہیں :

انہوں نے کتاب فیض القدیر میں حدیث ’’فاطمۃ بضعۃ منی ‘‘کے ذیل میں سہیلی (اہلسنت کے بزرگ عالم و حافظ ہیں جنھوں نے سیرۃ ابن ہشام اور دیگر کتابوں کی شرح کی ہے) سے چند مطالب نقل کر تے ہوئے لکھا ہے:

’’سہیلی اس روایت کی بناء پر’’استدلّ بہ السھیلی علیٰ من سبھا کفر، لأنہ یغضبہ وانھا افضل من الشیخین‘‘ اس شخص کے کفر پر استدلال کر تے ہیں جو فاطمہ ﷥ کو برا بھلا کہتا ہے اور لکھتے ہیں :جس نے انھیں برا کہا اس نے رسول خداﷺ کو غضبناک کیا اور فاطمہ ابوبکر و عمر سے افضل و برتر ہیں ‘‘

ایسے انسا ن کے کافر ہونے پر استدلال اور حضرت فاطمہ ﷥کی افضلیت کی بات کیلئے واقعی انھوں نے اس بات کو معیار قرار دیا ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا ﷥کو برا بھلا کہنے سے پیغمبر اکرم ﷺ غضبناک ہوتے ہیں اور جو پیغمبر اکرم ﷺ کو غضبناک کرے وہ کافر شمار ہوتا ہے۔

اگر ’’لانہ یغضبہ‘‘ میں لام، لام علت مان لیا جائے تو یہ علت یا عام معنی کا فائدہ دیگا یا خاص کا، اور مختلف دلائل کی روشنی میں ناگزیریہ لام علت اس مقام پر عمومیت کا فائدہ پہنچاتا ہے جس کے نتیجہ میں کفر ثابت ہوتا ہے۔

لہٰذا جوکام حضرت فاطمہ ﷥ کے غضبناک ہو نے کا سبب بنتاہے وہ کفر کا بھی سبب بنتا ہے۔

تو فاطمہ ﷥ کو اذیت دینابھی کفر کا موجب ہو گا اس لئے کہ یقیناً فاطمہ ﷥ کو اذیت دینے سے پیغمبر اکرم ﷺ غضبناک ہو تے ہیں۔

’’منّاوی ‘‘آگے لکھتے ہیں :

’’ابن حجر کہتے ہیں : اس حدیث سے واضح ہو تا ہے کہ اس شخص کو اذیت دینا حرام ہے جس کو اذیت دینے سے رسول خداﷺ کو اذیت پہنچتی ہے لہٰذا ہر وہ کوتاہی اور اذیت جو فاطمہ (﷥) کے حق میں ہو تی ہے اور اس سے وہ اذیت محسوس کر تی ہیں اس حدیث کی دلالت کی بناء پر پیغمبر اکرم ﷺ کو بھی اس نے اذیت دی ہے، اور فاطمہ(﷥) کو کسی چیز سے اتنی اذیت نہیں ہوتی جتنی ان کے بیٹوں کو تکلیف دینے سے ہوتی ہے اس بناء پر تلاش و جستجو سے پتہ چلتا ہے : جو ایسا کام کرے گا عنقریب وہ دنیا میں اپنے انجام کو پہنچ جائے گا اور قیامت کا عذاب اس سے کہیں زیادہ سخت اور شدید ہو گا ‘‘

اس لحاظ سے یہ حدیث فاطمہ زہرا ﷥ کو اذیت دینے کے حرام ہو نے کا حکم لگاتی ہے اس لئے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے وجود کا ٹکڑا ہیں بلکہ جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے کہ انھیں اذیت دینے سے کفر کا باعث ہو تا ہے۔

اس کے بعد منّاوی اور لکھتے ہیں :

’’قال السُبکی: الذی نختارہ وندین اللہ بہ ان فاطمہ افضل من خدیجۃ ثم عائشہ قال شھاب الدین ابن حجر :ولوضوح ما قالہ السبکی تبعہ علیہ المحققون، و ذکر العَلَم العراقی: ان فاطمۃ و اخاھا ابراہیم افضل من الخلفاء الاربعۃ باتفاق‘‘

’’سبکی کہتے ہیں کہ جس چیز کو میں اختیار کر رہا ہوں اور جس کے بارے میں خدا وندعالم کے سامنے عہد کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ فاطمہ زہرا ﷥ خدیجہ اور عائشہ سے افضل اور برتر ہیں۔[[17]](#footnote-17)؎

شہاب الدین ابن حجر کہتے ہیں : سبکی کی بات کے واضح اور روشن ہونے کی بنا پر بعدمیں آنے والے محققین نے ان کے نظریہ کی تائید اور پیروی کی ہے۔

علم الدین عراقی کہتے ہیں :حضرت فاطمہ ﷥ (اتفاق علماء کے مطابق) چاروں خلفاء سے افضل ہیں ‘‘ تو اس لحاظ سے ہمارے اور اہل سنت کے درمیان اس بات میں کسی طرح کا اختلاف نہیں پایا جاتا کہ فاطمہ ﷥ ابوبکر و عمر سے افضل ہیں اور انھیں اذیت و تکلیف دینا آتش جہنم میں جانے کا باعث ہوتا ہے۔

جیسا کہ ملاحظہ کیا یہ تمام حدیثیں بہ طور کامل مطلق ہیں جن میں کسی طرح کی کوئی قید یا شرط نہیں لگائی گئی ہے اور نہ کوئی شرط نظر آتی ہے جب پیغمبر اکرم ﷺ فرماتے ہیں : خدا وند عالم فاطمہ ﷥ کے غضبناک ہو نے سے غضبناک ہوتا ہے تو اس میں تو کوئی ایسی بات نہیں کہی گئی کہ ’’اگر ایسا ہوتا یا ویسا ہوتا ‘‘ یا فلاں شرط کے ساتھ یا انکا غضبناک ہو نا فلاں علت کی بنا پر ہوبلکہ بغیر کسی قید و شر ط کے آنحضرت ؐ فرماتے ہیں خدا وند عالم حضرت فاطمہ ﷥ کے غضبناک ہو نے سے غضبناک ہوتا ہے۔

یہ غضبناک ہو نا کس وجہ سے ہو؟ کس شخص سے غضبناک ہوں ؟کس زمانہ میں ہوں ؟ اس طرح کی کسی بات کی طرف کوئی اشارہ نہیں ہے بالکل مطلق اور بغیر کسی قید و شرط کے ہے۔

اور جب آنحضرتؐ فرماتے ہیں : ’’جو انھیں اذیت دیتا ہے وہ مجھے اذیت دیتا ہے تو اس میں بھی پیغمبر اکرم ﷺ یہ نہیں فرماتے کہ اگر ایسا ہوتا یا اگراذیت دینے والا فلاں ہوتا یا اگر فلاں وقت میں ہوتا بلکہ حدیث بطور کامل اور بالکل مطلق ہے کوئی شرط نہیں ہے ساتھ ہی ساتھ مذکورہ حدیثوں سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ فاطمہ ﷥کی ہربات کو تسلیم کرنا ضروری ہے اور انھیں جھٹلانا (خواہ کسی بھی دعوے کے بارے میں ہو) حرام ہے اسی طرح ملاحظہ کیا گیا کہ عائشہ گواہی دیتی ہیں کہ فاطمہ ﷥ اپنے پدر بزرگوار کے بعد صداقت و سچائی میں سب سے مقدم ہیں۔

یقیناً ! حضور اکرمﷺ کو اپنے بعد رونما ہو نے والے واقعات کا مکمل علم تھا لہٰذا یہ باتیں پیش فرمارہے تھے اور دوسروں کو ان خصوصیات اور حالات سے آگاہ کررہے تھے۔

دوسری فصل

# آنحضرت ﷺ کے نزدیک امیرالمو منین علی ﷣ کی عظمت ومنزلت پر ایک نگاہ

حضرت علی ﷣ کو اذیت پہونچانا پیغمبر اکرمﷺ کو اذیت پہونچانا ہے :

پہلی فصل میں بحث اس سلسلے میں تھی کہ حضرت فاطمہ زہرا ﷥ کو اذیت دینا رسول اللہ ﷺ کو اذیت دینا ہے۔اس فصل میں ان روایتوں کا ذکر کیا جا رہا ہے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ علی ﷣ کو اذیت دینا پیغمبر اکرم ﷺ کو اذیت دینا ہے۔

احمد بن حنبل اپنی کتاب المسند میں پیغمبر اکرم ﷺ کی ایک حدیث نقل کرتے ہیں۔

آنحضرت فرماتے ہیں :

’’من آذیٰ علیاً فقد آذانی‘‘

’’جس نے علی ﷣کو اذیت دی اس نے در حقیقت مجھے اذیت دی ہے‘‘[[18]](#footnote-18)؎

یہ حدیث اہل سنت کے بہت سے معتبرمنابع میں نقل ہوئی ہے اسے ابن حِبّان، حاکم نیشا پوری، ابن حجر، اور ابن اثیروغیرہ نے اپنی اپنی کتابوں میں درج کیا ہے۔ [[19]](#footnote-19)؎

متقی ہندی نے اپنی کتاب کنزالعمال میں ابن شیبہ اور احمد بن حنبل سے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔[[20]](#footnote-20)؎

بخاری نے اپنی تاریخ اورطبرانی نیز دوسروں نے بھی اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔[[21]](#footnote-21)؎

## علی ﷣ سے دشمنی نفاق ہے

مسلم نے اپنی کتاب صحیح میں حضرت علی ﷣ سے۔ تاکید اور قسم کے الفاظ کے ساتھ۔ایک روایت نقل کی ہے حضرت علی ﷣نے فرمایا :

’’وا لذی فلق الحبۃ وبرأ النسمۃ !انہ لعھد النبیّ الأُمیّ الیّ:ان لا یحبنی الا مؤمن ولایُبغضنی الا منافق‘‘

’’اس خدائے متعال کی قسم جس نے دانہ کو شگافتہ کیا اور انسان کو خلق فرمایا !یقیناًپیغمبر اکرم ﷺ نے مجھ سے عہد وپیمان کیا ہے کہ مجھے سوائے مومن کے کوئی دوست نہیں رکھے گا اور سوائے منافق کے کوئی مجھ سے دشمنی نہیں رکھے گا ‘‘۔[[22]](#footnote-22)؎

یہ روایت اسی متن اور ان کے جیسے الفاظ کے ساتھ اہل سنت کے معتبر ماخذ میں معتبر علماء سے نقل ہوئی ہے جیسے نسائی، ترمذی، ابن ماجہ وغیرہ۔[[23]](#footnote-23)؎

اسی طرح اس روایت کواحمد نے المسند میں حاکم نے المستد رک میں اور متقی ہندی نے کنزا لعمال میں نقل کیا ہے۔[[24]](#footnote-24)؎

مسند احمد اور صحیح ترمذی میں یہ حدیث اس طرح نقل ہوئی ہے :امّ سلمہ کہتی ہیں پیغمبر اکرمﷺ فرمایا کرتے تھے :

’’لا یحب علیاًمنافق ولا یبغضہ مومن‘‘

’’منافق علی ؑکو ہرگز دوست نہیں رکھے گا اور مومن ان سے کبھی دشمنی نہیں کریگا‘‘

اس حدیث کی روشنی میں ایک قابل توجہ اور دلچسپ بات سامنے آتی کہ !علی ﷣ سے محبت اور منا فقو ں سے دوستی دونوں ہرگز ہرگز جمع نہیں ہو سکتی ہے۔

لہذا اگر کوئی پیغمبر اکرم کے بعد حضرت علی ﷣ کی امامت و ولایت کا قائل ہے اور دوسری طرف منافقو ں سے برائت اور دشمنی نہ رکھتاہو تو ایسا شخص خود منافق ہے اورمومنین و منافقین دونوں طر ف سے ٹھکرایا جا ئے گا اس لئے کہ ایک طرف تو حالت یہ ہے کہ منافقین علی ﷣ کی ولایت کے معتقدنہیں ہیں ، جب کہ یہ فرد معتقد ہے اور دوسری طرف مومنین منافقوں کو دوست نہیں رکھتے جبکہ یہ فرد منافقوں سے برائت کا اظہار نہیں کرتا (تو یہ فرد منافق نہ ہوگا تو کیا ہوگا !؟)

اس بنا پر یہ دونوں باتیں کبھی بھی اور کسی بھی شکل میں ایک دوسرے کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی ہیں۔

آنحضرت ﷺ امت کی خیانت کے بارے میں مطلع فرما تے ہیں :حاکم نیشا پوری المستدرک میں حضرت علی ﷣ سے ایک روایت نقل کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا :

’’انہ مما عھد الیّ النبیّ(ﷺ)أنّ الاُمّۃ ستغدر بی بعدہ‘‘

’’پیغمبر اکرمﷺ نے مجھ سے جو عہد و پیمان لیا ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ کے بعد امت مجھ سے خیانت کرے گی‘‘۔ [[25]](#footnote-25)؎

حاکم نیشاپوری اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں :اس روایت کے تمام اسناد صحیح ہیں۔

ذھبی نے بھی تلخیص المستدرک میں لکھا ہے :یہ روایت صحیح ہے۔[[26]](#footnote-26)؎

دوسری طرف یہ بات بھی نقل کے قابل ہے کہ علمائے اہلسنت نے یہ فیصلہ کرلیا ہے کہ ہر وہ حدیث جس کے صحیح ہونے کے بارے میں ذھبی حاکم نیشاپوری کے ہمراہ اور موافق ہوں تو وہ دو صحیح حدیث کے حکم کی منزلت میں ہے۔

واضح رہے کہ اس حدیث کو ابن ابی شیبہ، بزار، دار قطنی، خطیب بغدادی، بیہقی، اور دوسروں نے بھی نقل کیا ہے۔[[27]](#footnote-27)؎

تیسری فصل

# خفیہ دشمنی

## لوگوں کے دلوں میں دشمنی

ابویعلی اور بزّار نے اس سند کے ساتھ جسے حاکم، ذہبی ابن حبان اور دوسروں نے صحیح کہا ہے، حضرت علی ﷣ سے ایک روایت نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا :

’’بینا رسول اللّٰہ ﷺ آخذ بیدی ونحن نمشی فی بعض سکک المدینہ، اذ أتینا علیٰ حدیقۃ، فقلت:

یا رسول اللّٰہ !ماأحسنھا من حدیقۃ !

فقال: انّ لک فی الجنۃ أحسن منھا.

ثم مررنا بأُخری، فقلت :یا رسول اللّٰہ !ما احسنھا من حدیقۃ !

قال: انّ لک فی الجنۃ أحسن منھا.

حتیٰ مررنا بسبع حدائق، کل ذالک أقول ما احسنھا ویقول :

لک فی الجنۃ أحسن منھا، فلما خلا لی الطریق اعتنقنی،

ثم أجھش باکیاً.

قلت: یا رسول اللّٰہ !ما یبکیک؟

قال: ضغائن فی صدور أقوام لا یبدونھا لک الا من بعدی.

قال: قلت : یارسول اللّٰہ !فی سلامۃ من دینی؟

قال: ’’فی سلامۃ من دینک‘‘

ایک دن رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ اپنے دست مبارک میں لیا اورہم دونوں مدینہ کی ایک گلی میں آہستہ آہستہ چل رہے تھے جب ایک باغ کے قریب پہونچے تو میں نے عرض کیا :یا رسول اللہ !یہ کتنا خوبصورت اور حسین باغ ہے !

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :اے علی ﷣!تمہارے پاس جنت میں اس سے زیادہ خوبصورت اور حسین باغ ہے۔

اس کے بعد ایک اور باغ کے قریب پہونچے میں نے کہا :اے اللہ کے رسولؐ یہ کتنا حسین باغ ہے !

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :بہشت میں اس سے زیادہ حسین و خوبصورت باغ تمہارے لئے موجود ہے۔

یہاں تک کہ سات باغ گذر گئے ہر باغ کے پاس میں یہی کہتا کہ :یہ کتنا حسین و جمیل باغ ہے !اور پیغمبر اکرم ﷺ فرماتے :تمہارے پاس بہشت میں اس سے کہیں زیادہ حسین اور خوبصورت باغ موجود ہے۔جب راستہ سنسان ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ مجھے اپنے گلے لگا کر گریہ کرنے لگے میں نے عرض کیا :اے اللہ کے رسول کیوں گریہ فرما رہے ہیں ؟

فرمایا :اس امت کے دل میں تم سے دشمنی پائی جاتی ہے جس کو یہ لوگ میرے بعد آشکار کریں گے۔

میں نے عرض کیا :اے اللہ کے رسولؐ !کیا اس وقت میں اپنے دین پر رہوں گا؟

فرمایا : ہاں تم اپنے دین پر رہوگے۔

یہ حدیث اسی عبارت و متن کے ساتھ، مجمع ا لذوائدمیں ابو نعیمی اور بزّار سے نقل ہوئی ہے [[28]](#footnote-28)؎اور اسی سندکے ساتھ المستدرک [[29]](#footnote-29)؎میں بھی موجود ہے۔اور حاکم نیشا پوری اور ذہبی[[30]](#footnote-30)؎ دونوں نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

اس بناپر یقیناً اس حدیث کی سند صحیح ہے، مگر کتاب المستدرک میں سند کو اختصار کے ساتھ نقل کیا گیاہے۔

یہ توخدائے متعا ل ہی جانتا ہے کہ یہ تصرف خود حاکم کی جانب سے ہوا ہے یا نسخہ بدل میں کتابت سے ہوا یا پھرکتاب نشر کرنے والوں کی طرف سے!

ملاحظہ کرنے کے بعد معلوم ہوجاتا ہے کہ حدیث کی سند وہی سند ہے جو ابو یعلی اور بزار کے نزدیک رہی ہے حاکم نے اس حدیث کوصحیح شمار کیا ہے اور ذہبی نے بھی انکی موافقت کی ہے۔

البتہ جو دونوں ماخذ میں فرق پایا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ حاکم نیشاپوری کی کتاب میں یہ حدیث ناقص نقل ہوئی ہے یعنی یہ حدیث صرف جملہ’’بہشت میں تمہارے پاس اس سے خوبصورت باغ موجود ہے ‘‘پر ختم ہوجاتی ہے۔

اسی طرح دیگر واضح حدیثوں سے پتہ چلتاہے کہ : حدیث میں جو کلمہ ’’اقوام‘‘ (امت) آیا ہے اس سے مراد قریش ہیں جس کاذکر آئندہ عنوان میں پیش کیا جائے گا۔

## پیغمبراکرم ﷺ کے بعد لوگوں کی گمراہی کا سبب کون لوگ تھے؟

ایک دوسری حقیقت بھی ہے جس کا تذکرہ ضروری ہے وہ یہ ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ کے بعد لوگوں کی ہلاکت اور گمراہی کے اصل سبب قریش ہی تھے ایک روایت میں نقل ہے کہ ابو ہریرہ نے کہا :

پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا ہے :

’’یھلک امتی ھٰذا الحی من قریش‘‘

’’ قریش کے کچھ لوگ میری امت کو ہلاکت و نابودی کی طرف لے جائیں گے۔‘‘

لوگوں نے دریافت کیا : اس وقت ہم لوگ کیا کریں ؟ فرمایا :

’’لوان الناس اعتزلواھم‘‘

’’لوگ ان سے دوری اختیارکریں ‘‘

ابوہریرہ نے ایک دوسری روایت میں کہا ہے میں نے راستگو اور سچے پیغمبرؐ سے سنا ہے، آنحضرتؐ نے فرمایا:

’’ھلاک امتی علیٰ یدی غلمۃ من قریش ‘‘

’’میری امت کی ہلاکت و نابودی قریش کے شہوت پرست لوگوں کے بدست ہوگی ‘‘

لوگوں نے پوچھا : کیا مروان ان لوگوں میں سے ہے؟

ابو ہریرہ نے کہا :اگر ان میں سے ہر ایک کا نام لے کر بتانا چاہوں تو بتا سکتا ہوں اور یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ وہ کس قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

یہ دونوں حدیثیں صحیح حدیثوں میں شمار ہوتی ہیں۔[[31]](#footnote-31)؎

## پیغمبر اکرمﷺ اور اہلبیت ﷨ سے قریش و بنی امیہ کی دشمنی

گذشتہ سطروں میں بیان کیا جا چکا ہے کہ پیغمبر اکرمﷺ نے خیانت اور دشمنی کے آشکار کئے جانے کی خبر دے دی ہے۔ اب پیغمبر اکرم اور اہلبیت ﷨ سے قریش خصوصاًبنی امیہ کی دشمنی کے چند نمونے قارئین کیلئے پیش خدمت ہے۔

ان میں سے بعض کی دشمنی خود آنحضرتؐ کے زمانے میں بھی آشکار ہو چکی تھی ، چونکہ وہ لوگ حضرت ختمی مرتبت ؐ سے انتقام نہیں لے سکتے تھے لہٰذا انہوں نے اہلبیت ﷨ سے انتقام لیا تاکہ اس طریقہ سے آنحضرتؐ سے انتقام لے سکیں۔

حضرت امیر المومنین ﷣ فرماتے ہیں :

’’اللّٰھمّ انی أستعدیک علیٰ قریش، فانھم أضمروالرسولک ضروباً من الشر والغدر، فعجزوا عنھا، و حُلت بینھم و بینھا، فکانت الوجبۃ بی والدائرۃ علیّ.

اللّٰھمّ احفظ حسناً وحسیناً، ولا تمکّن فجرۃ قریش منھما ما دمت حیاً، فاذا توفّیتنی فانت الرقیب علیھم وانت علیٰ کل شئی شہید‘‘

’’پروردگارا !قریش کے مقابلہ میں میں تجھ سے مدد طلب کر تا ہوں !وہ لوگ تیرے پیغمبر کے لئے اپنے دلوں میں کینہ اور دشمنی چھپائے ہوئے تھے جس کو آشکار کر نے سے عاجز رہے، خدا را! تو نے ان کی حفاظت کی اور ہر طرح کے آسیب سے بچایا اور اب وہ لوگ مجھے اپنا نشانہ بنا رہے ہیں وہ دشمنی مجھ پر ظاہر کی جارہی ہے اور اس طرح مجھے گھیر لیا ہے۔[[32]](#footnote-32)؎

پروردگارا! حسن ؑ حسین ؑ کی حفاظت فرما اور جب تک میں زندہ ہوں ، قریش کے فاجروں کو ان پر مسلط نہ فرمااور جب میں دنیا سے رخصت ہو جائوں تو توہی انکا محافظ و نگہبان ہے کہ تو ہر شئی پر گواہ ہے۔‘‘

ملاحظہ کیا جا سکتا ہے کہ کس طرح امیرالمومنین﷣ ان کے کینہ و دشمنی کے بارے میں گفتگو فرمارہے ہیں کہ جو قریش کے دلوں میں چھپی ہوئی تھی۔ خدا وند عالم نے پیغمبر اکرمؐ کی حیات طیبہ تک اس کو آشکارنہیں ہو نے دیا اور آنحضرتؐ کے بعد وہ سارے کینہ امیر المومنین﷣ پر ظاہر کردیئے گئے اور انھیں اپنے گھیرے میں لے لیا۔

اسی طرح امیرالمومنین﷣ اپنے کلام میں اس بات کی طرف بھی اشارہ فرماتے ہیں کہ قریش حسن و حسین ﷦ کو پیغمبر اکرمﷺ سے انتقام کے عوض قتل کر دیں گے۔

حضرت علی ﷣ ایک دوسرے خطبہ میں فرماتے ہیں :

’’وقال قائل انک یابن ابی طالب !علیٰ ھٰذا الامر لحریص. فقلت: بل انتم. واللہ. أحرص و أبعد، و أنا اخص و أقرب و انما طلبت حقاً لی و انتم تحولون بینی و بینہ، و تضربون وجھی دونہ، فلما قرّعتہ بالحجۃ فی الملأ الحاضرین ھبّ کانہ بہت لا یدری ما یجیبنی بہ.

اللھم انّی استعدیک علیٰ قریش و من أعانھم، فانھم قطعوا رحمی، وصغّروا عظیم منزلتی، و أجمعوا علیٰ منازعتی امراًھو لی، ثم قالوا:ألا انّ فی الحق أن تأخذہ و فی الحق ان تترکہ‘‘

ایک شخص نے مجھ سے کہا : اے فرزند ابو طالب! آپ خلافت کے بارے میں حرص رکھتے ہیں۔ میں نے کہا: خدا کی قسم ! تم لوگ زیادہ حرص رکھتے ہو جبکہ تم لوگوں کا خلافت سے کوئی تعلق نہیں ہے اور میں سب سے زیادہ اس کے قریب اور اسکا مستحق ہوں میں اپنا حق طلب کرتا ہوں اور تم اس کے درمیان حائل ہو رہے ہو اور مجھے وہاں تک پہنچنے سے روک رہے ہو۔

جب لوگوں کی موجودگی میں اسے محکم دلیل و برہان کے ذریعہ خوب سمجھایا تب وہ متوجہ ہوا اور اس قدر حیران تھا کہ میرا جواب نہ دے سکا۔

خدایا! میں تیری بارگاہ میں قریش اور ان لوگوں سے جو ان کی مدد کرتے ہیں انصاف چاہتا ہوں اس لئے کہ انھوں نے میرے ساتھ قطع رحم کیا اور میری عظمت و منزلت کو گھٹایا ہے اور اس چیز کے بارے میں جو میرا حق تھا آپس میں میرے خلاف جنگ کے لئے اتفاق کر لیا ہے، اس کے بعد لوگوں نے کہا: ہاں ! کبھی حق لے لیا کرو کبھی چھوڑ دیا کرو۔[[33]](#footnote-33)؎

حضرت علی ﷣ اپنے بھائی جناب عقیل کو ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں :

فدع عنک قریشاً و ترکاضھم فی الضلال، و تجوالھم فی الشقاق، وجما حھم فی التیہ، فانھم قد اجمعوا علیٰ حربی اجماعھم علیٰ حرب رسول اللہ ﷺ قبلی، فجزت قریشاً عنی الجوازی، فقد قطعوا رحمی وسلبونی سلطان ابن أُمّی

’’قریش اور ان کی گمراہی میں تیزرفتاری، تفرقہ میں گردش اور ضلالت میں منھ زوری کا ذکر چھوڑدو کہ ان لوگوں نے مجھ سے جنگ پر ویسے ہی اتفاق کر لیا ہے جس طرح رسول اکرمﷺ سے جنگ پر اتفاق کیا تھا، اب اللہ ہی قریش کو ان کے کئے کا بدلہ دے کہ انہوں نے میری قرابت کا رشتہ توڑدیا اور مجھ سے میرے مانجائے (پیغمبر اکرم)کی حکومت سلب کرلی ‘‘[[34]](#footnote-34)؎

ابن عدی اپنی کتاب الکامل میں روایت کرتے ہیں :

ایک دن ابوسفیان نے کہا :بنی ہاشم کے درمیان محمد ﷺ کی مثال اس خوشبو دار پھول کی طرح ہے جو بدبو دار چیزوں کے درمیان ہو (!!)[[35]](#footnote-35)؎

ابو سفیان کی یہ بات کسی نے آنحضرت ﷺ سے بتا دی، پیغمبر اکرمﷺ کھڑے ہوئے جبکہ آپ کے چہرۂ مبارک سے غضب کے آثار نمایا ں تھے، فرمایا :

’’مابال اقوام تبلغنی عن اقوام ...‘‘

’’یہ کیسی باتیں ہیں جو میں بعض لوگوں کی جانب سے سن رہا ہوں۔‘‘[[36]](#footnote-36)؎

ابن عدی نے الکامل میں اس روایت کو ابوسفیان کیلئے اس صراحت کے ساتھ نقل کیا ہے۔

قابل غور ہے۔

بعض کتابوں میں یہی روایت اسی سند کے ساتھ نقل ہوئی ہے مگر ابو سفیان کے بجائے ایک شخص نے کہا؛نقل کیا گیا ہے، بطور نمونہ مجمع ا لذوائدکوملا حظہ کیا جا سکتا ہے۔[[37]](#footnote-37)؎

دوسری روایت میں نقل ہے :

’’عبد المطلب بن ربیعہ بن حارث بن عبد المطلب کہتے ہیں کہ انصار کے کچھ لوگ آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور کہا :ہم آپ کے قبیلہ سے تعلق رکھنے والے کی طرف سے بیہودہ کلام سن رہے ہیں یہاں تک کہ ایک شخص کہتا ہے !

محمد ﷺ اس خرمے کے درخت کے مانند ہیں جو کسی کوڑا کرکٹ کے انبار پر اُگا ہوتا ہے (!!) [[38]](#footnote-38)؎

یہ روایت بھی بعض ماخذ میں تحریف کے ساتھ بیان ہوئی ہے۔

## آخر یہ تمام دشمنی کس لئے؟

تعصب اور عناد کے بغیر دیکھا جائے تو واقعی یہ ساری دشمنیاں اورمختلف سازشیں کیا اس لئے نہیں ہیں کہ امیر المومنین علی ﷣ اور پیغمبر اکرم ﷺ کے درمیان مخصوص قرابت اور مضبوط رشتہ پایا جاتا ہے؟ یہ لوگ حضرت علی ﷣ سے اس لئے انتقام لے رہے تھے تاکہ اس طرح آنحضرت ﷺ سے انتقام لے سکیں۔

البتہ حضرت علی ﷣ کی مخصوص قرابت کے ساتھ ساتھ ان کی مختلف جنگوں میں قریش کے بڑے بڑے بہادر اور سورما کو بدست علی ؑتہہ تیغ کئے جانے کو فراموش نہیں کیا جاسکتا ہے (اس لئے کہ)عثمان نے امیر المومنین ﷣ سے ایک باردوران گفتگواس بات کو واضح کر دیا تھا۔

آبی کتاب نثر الدّرر[[39]](#footnote-39)؎میں ابن عباس سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں :علی ﷣ کے ساتھ ایک گفتگو میں عثمان نے کہا :

’’ما اصنع ان کانت قریش لا تحبکم، و قد قتلتم منھم یوم بدر سبعین کانّ وجوھھم شنوف الذھب‘‘

(میں کیا کروں قریش آپ کو چاہتے ہی نہیں ہیں !آپ نے جنگ بدر میں ان کے ستّر آدمیوں کو تہہ تیغ کیا ہے جن میں کا ہر ایک مانند طلاء روشن و چمکدار تھا)(!!)

وہ لوگ آنحضرت ﷺ کے سامنے ان دشمنیوں کو ظاہر نہ کر سکے اس لئے ان لوگوں نے آپ ؐکے بعد اہلبیت ﷨ سے انتقام لیا ہے، جیسا کہ رسول اللہ نے خبر دی تھی۔

ایک کے بعد ایک واقعات اسی طرح رونما ہوتے رہے اور وہ لوگ حضرت فاطمہ زہرا ﷥ اور امیرالمومنین ﷣ سے انتقام لیتے رہے، پھر وقت آیا تو امام حسن اور امام حسین ﷦ سے انتقام لیا اور ان کی یہ دشمنی آج بھی مسلسل ظاہر ہوتی رہتی ہے :

## حضرت علی ﷣اور حضرت فاطمہ ﷥ سے دشمنی

تاریخ سے جو چیزثابت ہے اور اس میں کسی طرح کا کوئی شک نہیں ہے وہ یہ کہ ائمہ معصومین ﷨ کی احادیث وروایات کی نشر و اشاعت پر شدید قسم کی پابندی عائد تھی، دوسری طرف اہلسنت کے محدثین و رواۃ اپنی جانب سے احادیث میں بے جا دخل و تصرف کر رہے تھے، خلفاء کی طرف سے اہم ترین اور عظیم الشان حدیثوں کے نقل کرنے کی ممانعت تھی، وہ کتابیں جن میں اس قسم کی حدیثیں اور روایتیں درج تھیں انھیں جلادیا جاتا یا نابود کر دیا جاتا تھا، جب صورت حال یہ تھی تو کون کہہ سکتا ہے کہ حضرت سیدہ ٔعالم کی مظلومیت سے متعلق روداد و واقعات ان کی تمام تفصیلات اور جزئیات کے ساتھ صحیح شکل و صورت میں نقل ہو کر ہمارے پاس موجود ہوں گے۔

بلکہ ان حالات میں توہم مختصر میں بھی مختصر ہی تک رسائی پیدا کر سکتے ہیں ، جنھیں محدثین و مورخین نے اپنے زمانہ کی تمام مشکلات اور جان لیوا حالات و شرائط کو مد نظر رکھتے ہوئے چھپتے چھپاتے ہوئے، جھگڑوں اور اختلافات سے اپنے لئے راستہ نکالتے ہوئے کتابوں میں درج کر دیا ہے۔

پیغمبر اکرم ﷺ نے تو اپنے اہلبیت ﷨ کو خبر دیدی تھی کہ یہ امت میرے بعد تمہارے ساتھ خیانت کرے گی، اور یہ لوگ اپنی دشمنی کو ظاہر کریں گے اور تم سے انتقام لیں گے۔

انتقام۔ یعنی پیغمبر کے پارۂ جگر کو اذیت دیکر رسول اللہ سے انتقام لیں گے، اس لئے کہ وہی پیغمبر اکرم ﷺ کے وجود کا ٹکڑا اور حصہ ہیں ، جس کی بنا پر حضرت فاطمہ ﷥ سے انتقام لینا گویا پیغمبر اکرمﷺ سے انتقام لینا ہے، حضرت فاطمہ ﷥امت کے درمیان پارۂ جگر کی شکل میں موجود تھیں تاکہ یہ امت آزمائی جائے امتحان میں مبتلا ہو اور پھر جو کچھ اپنے دلوں میں چھپائے ہوئے ہو انھیں آشکار کرے۔

اور یہ امتحان۔بہت جلد ہوا زیادہ وقت نہیں گذرا کہ رسول اللہ کے وجود کا ٹکڑا ان سے جا کر ملحق ہو گیا (اور پیغمبر اکرمﷺ نے جو فرمایا تھا اس کا ایک ایک حرف سچا ثابت ہوا)

ہم ہرگز اس بات کی امید اور توقع نہیں رکھتے ہیں کہ ان تمام واقعات اور مسائل تک وہ بھی اپنی صحیح شکل و صورت میں اور پورے تفصیل کے ساتھ دسترسی پیدا کر لیں گے، بلکہ اگر ان کا ۵۰؍فیصد بھی حاصل کر لیں تو ہم دوسرے۵۰؍فیصد کو استنباط کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور انھیں سمجھنے کی قدرت رکھتے ہیں۔

تو ہم نے اچھی طرح سمجھ لیا کہ ان لوگوں نے کس طرح روایتوں میں تحریف کی یہاں تک کہ پیغمبر اکرمﷺ کے بارے میں ابوسفیان کی بیہودہ گوئی کو بھی تحریف کردیا اور روایت سے ابوسفیان کے نام کو حذف کر کے ’’ایک شخص نے کہا‘‘رکھ دیا گیا !

اس بنا پر آپ کی یہ توقع بیجا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد رونما ہونے والے تمام واقعات کو یہ راویان ہمارے لئے نقل کریں گے آخر کس بنیاد پر یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ روایان حدیث ان تمام تلخ اور ناگوار روداد کو بیان کر یں گے؟

مگر دوسری طرف سے ہم دیکھتے ہیں کہ خدا وندعالم نے اپنے بندوں کو اپنے لطف و عنایت سے دور نہیں رکھا ہے، زمانہ کے ان تمام نا مساعد حالات میں جہاں سختی ہی سختی تھی، دشواریاں ہی دشواریاں تھیں ، حکومت کی طرف سے جان لیوا خطرات ہی خطرات تھے، مگر اس کے باوجود میدان حدیث وتاریخ کے سورمائوں نے اپنی جان ہتھیلی پررکھکر حساس واقعات سے متعلق احادیث وروایات کے گوشوں کو بڑی شجاعت و دلیری کے ساتھ ہم تک پہونچادیا تاکہ ہم ایک دوسرے سے تمیزدیکر راہ حق کواپنا سکیں۔

واضح ر ہے کہ کتاب میں صرف اہلسنت ہی کے معتبر اور اہم منابع ومآخذ سے ہم نقل کریں گے اور شیعہ کتابوں میں جو کچھ آیا ہے انھیں کسی بھی عنوان سے بطور اسناد پیش نہیں کریں گے، ہماری کوشش یہی ہے کہ امکان بھر اہلسنت کے قدیم ترین ماخذسے استفادہ کریں اور وہ کتا بیں جو بعد کی صدیوں میں تالیف ہوئی ہیں ان سے مطالب نقل نہ کریں۔

چوتھی فصل

# حقائق کی تحریف اور ان کی کاٹ چھانٹ

تحریف حقائق: حقیقت یہ ہے کہ اہلبیت ﷨ سے دشمنی کے نتیجہ میں امت کی طرف سے جو ظلم و بربریت اور خیانتوں کا سلسلہ چلا سوائے چند کتابوں کے کہیں بھی اس کے اثرات دکھائی نہیں دے رہے ہیں ، اس کی وجہ بھی واضح و آشکار ہے، اس لئے کہ پہلے تو عرصہ دراز تک خلفاء نے حدیثوں کے لکھنے اور جمع کرنے پر پابندی عائد کر رکھی تھی، اس کے بعد جب تدوین حدیث کے دور کا آغاز ہوا تو انھیں حاکموں اور مخصوص افراد کی نظارت اور نگرانی میں ہوا (جنھیں مخصوص اور حساس قسم کی روایتوں سے بیر تھا اس طرح یہ عمل خاص نظریہ اور خاص فرد کے ذریعہ کنٹرول ہوتا رہا)

ان حالات میں پیغمبر اکرم ﷺ کی حدیث اگر کسی شخص کے اختیار میں تھی تو اس نے دوسروں سے نقل نہیں کیا، اور اگر کسی نے اسے نقل بھی کیا تو لکھا نہیں جاتا تھا، یہی نہیں بلکہ نشر و اشاعت پر بھی پابندی ہوتی تھی کہ یہ دوسروں تک نہ پہونچنے پائے یہاں تک کہ اگر کسی کے پاس ایسی کتاب موجود ہوتی جس میں اس طرح کے حساس مسائل سے متعلق کوئی روایت یا کوئی بات موجود ہوتی تو اسے چھین کرنابود کر دیاجاتایا خود وہ شخص اس کتاب کو چھپا دیتا اور کسی کو اس کی اطلاع نہیں ہوتی تھی اس کے چند نمونے ملا حظہ فرمائیں۔

ابن عدی اپنی کتاب :’’الکامل فی الضعفاء‘‘کے آخری حصہ میں بخاری کے استاد ’’ عبدالرزاق بن ہمام صنعانی ‘‘کے حالات میں لکھتے ہیں :

صنعانی کے پاس بہت سی مختلف قسم کی حدیثیں موجود تھیں مسلمانوں میں قابل اعتماد اور اہل علم افراد اور خود مسلمانوں کے رہبر اور پیشوا ان کے پاس دور دراز کا سفر طے کر کے جاتے تھے اور ان سے احادیث سن کر جمع کر تے تھے۔

مگر خوف اور ڈر کی وجہ سے ان سے کوئی حدیث نقل نہیں ہوئی ہے البتہ ان کے شیعہ ہونے کی بھی لوگوں نے نسبت دی ہے، انہوں نے فضائل میں ایسی بہت سی حدیثوں کو نقل کیا ہے کہ ثقہ راویوں میں سے کوئی ایک بھی ان کے نقل سے موافق نہیں تھا، عبدالرزاق بن ھمام کی حدیثوں کو چھوڑدینے اور نقل نہ کرنے کی یہی سب سے بڑی اور اہم دلیل ہے۔

عبد الرزاق بن ھمام نے دوسروں کے عیوب و نقا ئص میں بھی احادیث کو نقل کیا ہے جن کو میں یہاں ذکر نہیں کروں گا، لیکن میں ان کی صداقت و سچائی کے بارے میں اطمینان رکھتا ہوں ، ہاں ان کا سب سے بڑا عمل یہی ہے کہ انہوں نے اہلبیت ﷨ کے فضائل اور دوسروں کے عیوب و نقائص میں حدیثیں نقل کی ہیں۔[[40]](#footnote-40)؎

ابن عدی عظیم حافظ عبدالرحمٰن بن یوسف بن خراش کے حالات میں لکھتے ہیں :

میں نے عبدان سے سنا ہے !ابن خراش نے دو جلد کتابیں۔جو شیخین کے طعن و تشنیع اور عیوب و نقائص میں لکھی تھیں۔بندار کے حوالے کیا اور دو ہزار درھم کے عوض نقل کی اجازت دیدی۔تو یہ دو جلد کتابیں کہاں گئیں ؟؟

اس کے بعد ابن عدی کہتے ہیں !میری نظر میں ابن خراش عمداًجھوٹ نہیں بولتے ہیں۔[[41]](#footnote-41)؎

(یعنی شیخین کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے صحیح لکھا ہے جھوٹ نہیں لکھا۔مترجم) اس بنا پر وہ جھوٹے نہیں ہیں۔

اب اگر ذھبی کی کتاب ’’سیر اعلام النبلاء ‘‘یا ان کی تذکرۃالحفاظ، ملاحظہ کی جائے تو پتہ چلے گا کہ ذھبی نے ابن خراش پر کس قدر الزام تراشی کی، ان کوبرا بھلا کہا، اور اس طرح لعن وطعن کیا جیسے کسی کفر اختیار کرنے والے پر کیا جاتا ہے۔ [[42]](#footnote-42)؎

کوئی ہر گز یہ خیال نہ کرے کہ ابن خراش شیعہ تھے اس لئے کہ وہ نہ صرف اہلسنت کے عظیم دانشمندوں اور راویوں کے بارے میں جرح و تعدیل کرنے والوں میں مقدم شمار ہوتے ہیں بلکہ علمائے اہلسنت کسی راوی کے قول کو قبول کرنے یا قبول نہ کرنے کے سلسلہ میں ان کی رائے اور نظریہ پر اعتماد کرتے ہیں اس کے بھی چند نمونے ملا حظہ فرمائیں :

۱۔ ابن خراش عبداللہ بن شقیق کے حالات زندگی کے بارے میں کہتے ہیں :عبداللہ بن شقیق قابل اعتماد ہیں وہ عثمانی تھے، اور علی ﷣ سے دشمنی رکھتے تھے۔ [[43]](#footnote-43)؎

اس بنا پر ابن خراش شیعہ نہیں تھے، اس لئے کہ انہوں نے اس راوی کو ثقہ قرار دیا ہے اور بطور صراحت کہا ہے، وہ عثمانی تھے اور حضرت علی ﷣ سے دشمنی رکھتے تھے۔

بیشک وہ شیعہ نہیں تھے، بلکہ اہلسنت کے عظیم حافظ اور عالم تھے مگر اس کے باوجود ابو بکر و عمر کے عیوب و نقائص میں دو جلد کتابیں لکھی تھیں۔احمد بن حنبل کتاب العلل میں لکھتے ہیں ، ابو عوانہ [[44]](#footnote-44)؎نے اصحاب پیغمبر اکرم ﷺ کے عیوب و نقائص کے بارے میں کتاب لکھی ہے۔

سلاّم بن ابو مطیع [[45]](#footnote-45)؎ان کے پاس آئے اور کہا : اے ابو عوانہ !ذرا وہ کتاب مجھے دیجئے ابوعوانہ نے کتاب ان کے سپرد کی سلاّم نے اسے لیکر جلا دیا۔[[46]](#footnote-46)؎

۲۔ احمد بن حنبل اسی کتاب میں نقل کرتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن مہدی[[47]](#footnote-47)؎ لکھتے ہیں : میں نے جب ابوعوانہ کی کتاب ملاحظہ کی تو خدا وند عالم سے اس کیلئے مغفرت کیا۔[[48]](#footnote-48)؎

یہ بات دلچسپ ہے، ایک آدمی کتاب دیکھتا ہے تو خدا سے طلب مغفرت کرتا ہے دوسرا کتاب لیکر صاحب کتاب کی اجازت کے بغیر آگ کے حوالے کر دیتا ہے۔

۳۔ میزان ا لاعتدال میں ابراہیم بن حکم بن زہیر کوفی کے حالات کے بارے میں لکھا ہے :ابو حاتم کہتے ہیں :انہوں نے معاویہ کے عیوب کے بارے میں روایتیں نقل کی ہیں جنھیں ہم نے پارہ پارہ کردیا ہے۔[[49]](#footnote-49)؎

۴۔ حسین بن حسن اشقر کے حالات زندگی کے بارے میں نقل ہے :احمد بن حنبل ان سے حدیث نقل کرتے تھے اور کہتے تھے، وہ میری نظر میں دروغ گو نہیں تھے۔[[50]](#footnote-50)؎

کسی نے احمد بن حنبل سے کہا :’’اشقر نے ابو بکر و عمر کی مذمت میں حدیثیں نقل کی ہیں اور ان کے عیوب و نقائص سے متعلق ایک مخصوص فصل بھی قرار دی ہے احمد بن حنبل نے جب سنا تو کہا : اب ان سے حدیثیں نقل کرنا مناسب نہیں ہے۔[[51]](#footnote-51)؎

واقعی یہ بات ہمیں کوئی بتائے کہ وہ دو کتابیں کہاں گئیں یا وہ فصل جس میں ابو بکر و عمر کے عیوب نقل کئے گئے تھے کہاں ہے؟

اس کتاب سے کوئی چیز روایت کیوں نہیں کی گئی اور ہم تک کیوں نہیں پہونچی؟

احمد بن حنبل کو جیسے ہی خبر ہوتی ہے کہ، ، اشقر، ، نے شیخین کے بارے میں حدیثیں نقل کی ہیں اور انھیں اپنی کتاب میں جگہ دی ہے تو آخر کیوں ان کے بار ے میں اچانک نظریہ بدل جاتا ہے۔اور تھوڑی دیر پہلے جو شخص ان کے نزدیک سچ بولنے والوں میں شمار ہوتا تھا یکا یک ان کے نزدیک ایسا جھوٹا اور غیر قابل اعتماد ہو گیا کہ اب اس قابل نہیں رہا کہ اس سے کوئی روایت نقل کی جائے؟

جبکہ دوسری طرف یہ حقیقت بھی اپنی جگہ قائم ہے کہ علمائے اہلسنت نے بہت سے محدثین اور بزرگان حدیث کے حالات زندگی کے بارے میں لکھا ہے کہ انہوں نے ابوبکر و عمر پر لعن طعن کی اور برا بھلا کہا جبکہ وہ بزرگان حدیث صحاح ستہ کے روایوں کا حصہ شمار ہوتے ہیں۔

بطور نمونہ اور بغرض اطمینان حسب ذیل لوگوں کے حالات زندگی کو ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

اسماعیل بن عبد الرحمٰن السدّی [[52]](#footnote-52)؎

تلید بن سلیمان [[53]](#footnote-53)؎

جعفر بن سلیمان الضبعی وغیرہ[[54]](#footnote-54)؎

کیا یہ قابل غور بات نہیں ہے واقعی ان لوگوں نے شیخین کو کیوں لعن طعن کیا؟

کیا کوئی روایت (یا روایتیں )ان لوگوں تک پہونچی، جس نے ان لوگوں کو لعن و طعن کرنے پر مجبور کیا، اور انہوں نے ان روایتوں کو ملاحظہ کر کے عمر و ابوبکر پر لعن و فحش کیلئے جواز فراہم کر لیا؟؟ (اگر ایسی روایتیں تھیں !)

تو پھر آج وہ روایتیں کہاں گئیں ؟

اسی طرح اہلسنت کے عظیم الشان اور بزرگ رجال حدیث اور حفاظ کے حالات زندگی کے بارے میں ملتا ہے کہ وہ لوگ بھی عثمان اور معاویہ کو لعن اور فحش باتوں سے نوازتے تھے، اور ان کی اتنی زیادہ تعداد ہے کہ شاید شمار کرنا مشکل ہو جائے۔

واضح ہو کہ تیسری صدی کے آخر میں شیخین پر لعن و طعن ہونے کے سلسلہ میں تاریخ میں بہت زیادہ نقل ہوا ہے، زائدہ بن قدامہ (تیسری صدی کے آخر میں زندگی بسر کی ہے) کہتے ہیں یہ کیسا زمانہ آگیا ہے؟!لوگ ابو بکر و عمر کوفحش دیتے ہیں۔[[55]](#footnote-55)؎

یہ (نیک)رسم پھیلتی رہی، یہاں تک کہ چھٹی صدی میں اہلسنت کے عظیم محدث عبدالمغیث بن زھیر بن حرب حنبلی بغدادی نے یزید بن معاویہ کی فضیلت اور اس پر لعنت کے عدم جواز پر ایک کتاب لکھی اور جب ان سے کتاب لکھنے کا سبب دریافت کیا گیا تو کہا :میرا مقصد یہ تھا کہ اس سے لوگوں کی زبان کو خلفاء پر لعن وطعن کرنے سے باز رکھوں۔[[56]](#footnote-56)؎

آٹھویں صدی ہجری میں تفتازانی نے اپنی کتاب میں اس طرح لکھاہے :

’’فان قیل :فمن علماء المذھب من لم یجوز اللعن علیٰ یزید مع علمھم بانہ یستحق ما یربو علیٰ ذٰلک و یزید؟.

قلنا : تحامیاًعن أن یرتقی الیٰ ا لاعلیٰ فالا علیٰ، ،

’’اگر کوئی پوچھے کہ ہمارے بعض علماء با وجود یکہ یزید مستحق لعنت ہے پھر اس پر لعنت کو جائز کیوں نہیں قرار دیتے ہیں ؟ اس کا جواب یہ ھیکہ چھوٹے کو لعنت سے بچا کر بڑوں کو محفوظ کیا جاسکے ‘‘[[57]](#footnote-57)؎

عصر حاضر میں بھی کچھ لوگ یزید، حجاج، اور ھند کے فضائل و مناقب کے بارے میں کتاب لکھ رہے ہیں :

میری نظر میں یہ تمام حضرات جو کتابیں لکھ رہے ہیں وہ خوب بہتر جانتے ہیں ، جن فضائل و مناقب کی ایسے لوگوں کی طرف نسبت دے رہے ہیں وہ جھوٹ اور فریب کے علاوہ کچھ نہیں ہیں اور وہ یقیناًمستحق لعنت ہیں ، ایسی کتابیں لکھی جانے کا صرف اور صرف ایک مقصدہے وہ یہ کہ ایسے خرافات اور بیہودہ مضامین میں حقیقی دانشوروں اور اہل تحقیق اور اہل فکر و نظر کو مشغول رکھا جائے،

شاید اس کے ذریعہ ان سے بڑے لوگوں اور صف اول کے خلفاء تک لعن وطعن سرایت کرنے سے بچا یا جاسکے۔اور یہیں سے یہ بات بھی بالکل آشکار ہو جاتی ہے کہ : جو لوگ امام حسین ﷣ کی عزاداری، شعائرحسینی، اور روز عاشورہ کے واقعات کو ذکر کرنے سے منع کرتے ہیں ان کا مقصد یہ ہے کہ یزید پر لعنت نہ کی جائے کہ اس پر لعنت کرنے سے کہیں خلفاء تک لعنت سرایت نہ کر جائے۔

پانچویں فصل

# غصب فدک اور اس کے نتا ئج

## غصب فدک اور حضرت فاطمہ ﷥ کی تکذیب

حضرت پیغمبر اکرم ﷺ کی رحلت کے بعداہلبیت ﷨ سے متعلق رونما ہونے والی اہم ترین رواد میں سے ایک روداد فدک کا چھینا جانا تھا جو حضرت فاطمہ زہرا ﷥ کی ذاتی ملکیت تھا، فدک کے غصب کرنے اور اسے زبردستی چھینے جانے سے جو سب سے برا نتیجہ ظاہر ہوا وہ ہے حضرت ختمی مرتبتؐ کی عظیم الشان بیٹی حضرت صدیقہ طاہرہ ﷥ کی تکذیب اور انھیں جھٹلایا جانا۔میری نظر میں حضرت صدیقہ طاہرہ ﷥ کا جھٹلایا جانا اور ان کی بات تسلیم نہ کرنا، خود نہایت عظیم مصیبت ہے۔[[58]](#footnote-58)؎

فدک کا واقعہ صرف باغ، زمین یا ملکیت کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ حضرت صدیقہ طاہرہ ﷥ پر ظلم، ان کے حق کی نابودی، ان کی منزلت و عظمت کی بے حرمتی، اور سب سے بڑھکر اذیت دینے، انھیں جھٹلانے اور غضبناک کرنے کا مسئلہ ہے۔واقعہ ٔ فدک کا خلاصہ قارئین کی خدمت میں اہم اور نہایت معتبر کتابوں کی روشنی میں چند مختلف زاویہ سے پیش کر رہا ہوں :

## باغ فدک حضرت فاطمہ زہرا ﷥ کی ملکیت تھا

باغ فدک پیغمبر اکرم ﷺ کے زمانہ ہی میں حضرت فاطمہ ﷥ کی ملکیت تھا، اور آنحضرت ﷺ نے اپنی حیات میں اسے فاطمہ ﷥ کو عطا کر دیا تھا، اور یہ بات شیعہ سنی دونوں کتابوں میں موجود ہے، اس سلسلہ میں اہل سنت کی کتابوں سے روایتیں نقل کر رہا ہوں۔

بزّار، ابو نعیمی، ابن ابی حاتم، اور ابن مر دویہ، اس طرح نقل کر تے ہیں کہ ابو سعید خدری کہتے ہیں : جب آیۂ {وآت ذی القربیٰ حقہ}نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فاطمہ زہرا ﷥ کو بلایا اور انھیں فدک عطا کر دیا۔

یہ حدیث ابن عباس سے بھی روایت ہوئی ہے نیزاسے گذشتہ بزرگ علماء و محدثین کی روایت سے، ، الدر ا لمنثور، ، میں دیکھا جا سکتا ہے۔ [[59]](#footnote-59)؎اسی طرح حاکم، طبرانی، ابن النجار، ھیثمی، ذھبی، سیوطی، متقی ھندی، اور دوسرے لوگ بھی اس حدیث کے راوی شمار کئے جاتے ہیں۔

ابن ابی حاتم نے اس حدیث کو اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے، اور یہ وہ تفسیر ہے جس کے بارے میں ابن تیمیہ نے اپنی کتاب منھاج السنۃ میں لکھا ہے کہ یہ ہر جعلی حدیث سے خالی ہے۔[[60]](#footnote-60)؎

اہلسنت کے بے شمار عظیم علماء اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ باغ فدک حضرت پیغمبر اکرمﷺ کی حیات میں صدیقہ طاہرہ ﷥ کی ملکیت تھا، اور اسے حضرت ختمی مرتبتﷺ کی جانب سے فاطمہ ﷥ کیلئے عطیہ اور ہدیہ سمجھا جاتا رہا ہے۔

سعدالدین تفتازانی اور ابن حجر مکی من جملہ ان علماء میں ہیں۔

ابن حجر مکی الصواعق میں لکھتے ہیں :

’’انّ ابا بکر انتزع من فاطمۃفدکاً‘‘

’’ابوبکر نے فدک کو فاطمہ ﷥ سے چھین لیا۔‘‘[[61]](#footnote-61)؎

اس سے معلوم ہوتا ہے فدک حضرت فاطمہ ﷥ کے اختیار میں تھا ابو بکر نے ان سے چھین لیا تھا مگر…

کیوں ؟ اور کس وجہ سے اور کس دلیل کی بنا پر؟

تھوڑی دیر کیلئے فرض کر لیتے ہیں ابوبکر کو نہیں معلوم تھا کہ فدک حضرت فاطمہ ﷥ کی ملکیت تھا، اور رسول خداﷺنے انھیں عطا کر دیا تھا اور انھیں آنحضرت ؐنے فدک کا صاحب اختیار قرار دیا تھاتوکیا فدک چھیننے سے پہلے حضرت فاطمہ ﷥ سے اس کے بارے میں دریافت نہیں کر لینا چاہئے تھا؟

## گواہوں کی گواہی کیوں قبول نہیں ہوئی؟

اگر خلیفہ اول کو نہیں معلوم تھا کہ فدک فاطمہ ﷥ کی ملکیت ہے تو گواہوں کی گواہی قبول کیوں نہیں کی؟

ہر چند اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ ان حالات میں جب کسی مال پر کسی کا پہلے سے تصرف وتسلط ہو تو اس سے شاہد طلب کرنا قاعدۂ عرفی، فقہی اور حقوقی کے خلاف مانا جاتا ہے۔

مگر فرض کرتے ہیں کہ وہ شاہد طلب کرنے کا حق رکھتے ہیں ، تو تاریخ گواہ ہے امیر المومنین علی ابن ابی طالب ﷣ نے فاطمہ ﷥ کی مالکیت کے بارے میں گواہی دی ہے۔تو ان کی گواہی کیوں قبول نہیں کی گئی ؟

اہل سنت کی کتابوں میں خلیفہ ٔ اول کے دفاع میں اس طرح آیاہے :

’’لعلہ کان من اجتھادہ عدم قبول الشاھدالواحد، وان کان یعلم بصدق ھذا الشاھد‘‘

’’یہ شاید خلیفۂ اول کا اجتہاد تھا کہ صرف ایک گواہ کی گواہی قبول نہیں ہوگی، ولو اس شاہد کی صداقت و سچائی کے بارے میں علم رکھتے تھے ‘‘[[62]](#footnote-62)؎

اگر یہی بات ہے توہم دیکھتے ہیں کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے، ، خزیمہ ذوالشہادتین، کے واقعہ میں صرف ایک گواہ کی گواہی قبول فرمایا تھا۔اور یہ شیعہ سنی دونوں کتابوں میں موجود ہے۔ [[63]](#footnote-63)؎

اس کے علاوہ روایت میں نقل ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے ایک واقعہ میں صرف عبد اللہ بن عمر شاہد تھے، ان کی گواہی قبول فرمایا ہے۔یہ روایت صحیح بخاری میں نقل ہوئی ہے۔[[64]](#footnote-64)؎

ابن اثیر جامع ا لاصول میں لکھتے ہیں :۔رسول خدا ﷺ نے صرف ایک شاہد۔کہ عبد اللہ بن عمر تھے۔کی گواہی سے قضاوت یعنی حکم فرمایا ہے۔ [[65]](#footnote-65)؎

خلیفۂ اول کی نگاہ میں علی ﷣ کیا عبد اللہ بن عمر سے بھی کم درجہ رکھتے تھے؟

## قسم دلا کر فیصلہ کرنا

فرض کر لیتے ہیں (تمام واضح دلیلوں کے باوجود) خلیفۂ اول کو حضرت فاطمہ ﷥ کی ملکیت میں شک پیدا ہو سکتا ہے، اور اس بات کو بھی فرض کر لیتے ہیں کہ حضرت علی ﷣ کی گواہی میں بھی شک تھا۔

تو انہوں نے صدیقہ ٔ طاہرہ ﷥ سے قسم کا مطالبہ کیوں نہیں کیا، تاکہ ان کی قسم حضرت علی ﷣ کی گواہی کے ساتھ شامل ہو کر بات مکمل کردیتی؟

یہ کوئی نئی بات بھی نہیں تھی بلکہ ہم سب جانتے ہیں رسول اللہ ﷺنے بارہا ایک شاہد اور ایک قسم کے ذریعہ قضاوت فرمایا ہے، جیسا کہ صحیح ابو دائود [[66]](#footnote-66)؎ اور صحیح مسلم [[67]](#footnote-67)؎میں روایت نقل ہوئی ہے بلکہ ایک شاہد اور ایک قسم کے ذریعہ فیصلہ کرنے کے حکم کو جناب جبرئیل نے حضرت پیغمبر اکرم ﷺ کیلئے نازل فرمایا ہے، اس قسم کی قضاوت کو کنز العمال کی کتاب الخلا فہ میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

صاحب کتاب المواقف اور اس کے شارح، خلیفۂ اول کے برتاؤ کی توجیہ میں لکھتے ہیں:

’’لعلہ لم یرالحکم بشاھدو یمین ‘‘

’’شاید خلیفۂ اول ایک شاہد اور قسم کے ذریعہ حکم لگانے کو تسلیم نہیں کرتے تھے۔‘‘[[68]](#footnote-68)؎

اس کا جواب یہ ہے کہ :اگر یہی بات تھی تو ابوبکر کو قسم کھانا چاہئے تھی، انہوں نے قسم کیوں نہیں کھائی؟جبکہ حضرت فاطمہ ﷥ مسلسل اپنے دعوائے ملکیت کو پیش کر رہی تھیں۔

یہ سارے مطالب جو اب تک پیش کئے گئے، حضرت فاطمہ زہرا ﷥ اور حضرت علی ﷣ کی عصمت و طہارت سے قطع نظر کرتے ہوئے بیان کئے گئے ہیں ، یعنی مسئلہ فدک کا صرف فقہی و حقوقی زاویہ ٔ نگاہ سے جائزہ لیاگیا ہے، اور واضح ہوگیا کہ فقہ و حقوق کے سارے معیار جو باب قضاوت میں بیان کئے گئے ہیں وہ سب کے سب اس پر جاری ہیں ، اسی طرح مسلۂ فدک کے بارے میں امام حسن اور امام حسین ﷦ اور امّ ایمن (کہ جن کے جنتی ہونے کے بارے میں رسول اللہ نے گواہی دی تھی)[[69]](#footnote-69)؎ نے بھی شہادت پیش کی تھی مگر ان کی گواہیاں بھی قبول نہیں کی گئیں۔

## ایک ہی جیسے واقعہ میں الگ الگ حکم

اسی واقعہ کو دوسرے زاویہ ٔ نگاہ سے پیش کر رہا ہوں : اگر بفرض محال، تسلیم کر لیں کہ حضرت فاطمہ ﷥ اور اہلبیت ﷨ معصوم نہیں ہیں ، اور فاطمہ زہرا ﷥ حضرت پیغمبر اکرم ﷺ کے وجود کا ٹکڑا نہیں ہیں ، اور حیات پیغمبر اکرمﷺ میں فدک بھی حضرت فاطمہ ﷥ کے اختیار میں نہیں تھا مگر اس بات میں تو ذرّہ برابر کسی فرد کو شک نہیں ہو سکتا کہ صدیقۂ طاہرہ ﷥ مرسل اعظم ﷺکے عظیم اور بڑے صحابہ میں سے ایک ہیں ، بغیر شک و تردید کے شہزادیٔ کونین مرسل اعظمﷺ کے اصحاب میں ایک صحابیہ کی حیثیت ضرور رکھتی ہیں !

مگر اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں بالکل اسی جیسے واقعہ میں جو ایک صحابی پیغمبر ؐکے ساتھ رونما ہو اتھا، خلیفۂ اول نے اس صحابی کی بات تسلیم کر لی، اور ان کی تصدیق کرتے ہوئے ان کے حق میں فیصلہ کردیا مگر جگر گوشۂ رسولؐ سیدۂ عالم حضرت فاطمہ زہرا ﷥ کے (الہامی و قرآنی)کلام کو کوئی اہمیت نہیں دی گئی؟!

بخاری و مسلم نے جابربن عبداللہ انصاری سے نقل کیا ہے کہ جب بحرین کا مال خلیفۂ اول کے پاس لایا گیا تو جابران کے پاس موجود تھے جابر نے کہا :رسول خدا ﷺ نے مجھ سے فرمایا تھا :جب اموال بحرین آئے گا تو اس میں سے تھوڑی مقدارمیں تمہیں عطا کرونگا۔ ابوبکر نے جابر سے کہا :پیغمبر اکرم ﷺ نے جتنی مقدار کا وعدہ کیا تھا آپ جاکر لے لیجئے۔ [[70]](#footnote-70)؎

ہاں ، اس وقت حضرت ختمی مرتبت ﷺ با حیات نہیں ہیں ، اور جابر کا دعویٰ ہے کہ رسول اللہﷺ نے ان سے وعدہ فرمایا تھا :’’ اگر اموال بحرین آئے گا تو فلاں مقدارمیں تمہیں عطا کروں گا ‘‘اموال بحرین آچکا ہے، ابوبکر جانشین پیغمبرؐ بن چکے ہیں ، اور صرف جابرکا دعویٰ سن کر ان کے کلام کی تصدیق کردیتے ہیں ، ان کے کہنے سے ان کے حق میں فیصلہ سنا دیتے ہیں اور جتنے مال کا دعویٰ کرتے ہیں اتنا انھیں دیدیتے ہیں۔!!!

خلیفۂ اول کے فعل کی حمایت اورتاویل :

بخاری و مسلم دونوں نے اس واقعہ کو کتاب میں درج کیا ہے، اس واقعہ میں ذرا دقت کیجئے اور ملا حظہ کیجئے کہ بخاری و مسلم کی شرح کر نے والے نے خلیفہ ٔ اول کے فعل کی کس طرح تاویل کر رہے ہیں جس میں انھوں نے، شاہد اور قسم کا مطالبہ کئے بغیر ایک صحابیٔ پیغمبر ؐکے دعویٰ کو تسلیم کرلیا تھا ملاحظہ ہو :

(الف) کرمانی اپنی شرح بخاری(جو بخاری کی مشہور شرحوں میں شمار کی جاتی ہے)لکھتے ہیں :

’’واما تصدیق ابی بکر جابرا فی دعواہ فلقولہ ﷺ :من کذب علیّ متعمداًفلیتبوّأ مقعدہ من النارفھووعید، لا یظن بان مثلہ جابر یقدم علیٰ ھذا‘‘

ابو بکر کی جانب سے جابر کے دعوے کی تصدیق کیا جانا اس حدیث کی بنا پر تھا جس میں مر سل اعظم ﷺنے فرمایا تھا، ، جو میری طرف عمداً جھوٹ کی نسبت دے گا اس کا ٹھکانہ جہنم ہو گا، ، اور یہ ایک وعدۂ عذاب ہے۔اور گمان نہیں کیا جا سکتا ہے کہ جابر جیسےصحابی ایسا کام کر سکتے ہیں۔[[71]](#footnote-71)؎

(خدائے عادل کی بارگاہ میں فریاد ہے فریاد !!مترجم)

آپ مانتے ہیں کہ جابر جیسے صحابی ایسا کام نہیں کر سکتے ہیں کہ رسول اللہﷺ کی طرف جھوٹی نسبت دیں ، بلکہ آپ کے مطابق وہ اپنے دعوے میں سچے ہیں ………پھرآخر جگر گوشۂ رسول الثقلین، شہزادیٔ کونین کے بارے میں صرف ایک صحابیہ ہونے کے اعتبار سے صحیح ایسا عقیدہ کیوں نہیں رکھے؟

(ب): ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں لکھتے ہیں :

’’و فی ھذا الحدیث دلیل علی قبول خبر الواحد العدل من الصحابۃ، ولوجرّذٰلک نفعاًلنفسہ‘‘

’’یہ حدیث اس بات کیلئے دلیل ہے کہ اگر عادل صحابی ہے توگرچہ خبر واحد کی صورت میں ہو اس کی بات قبول کی جا سکتی ہے، خواہ وہ بات خود اس کے فائدہ اور نفع کیلئے ہی کیوں نہ ہو، [[72]](#footnote-72)؎

ابن حجر عسقلانی کی یہ توجیہ، جابر کے کلام کو تسلیم کئے جانے کی حمایت پر دلالت کر رہی ہے………اس لئے کہ خلیفۂ اول نے جابر سے ان کے دعوے کی صداقت کیلئے کوئی گواہ نہیں مانگا تھا………

مگر افسوس جابر کے ساتھ یہ برتاؤ اور حضرت صدیقہ ٔ طاہرہ، جنھوں نے دعویٰ کیا تھا کہ میرے پدر بزر گوار نے فدک مجھے حوالہ کر دیا تھا، اور اسے میری ملکیت قرار دیاتھا، ، ان کے ساتھ یہ سلوک؟!

(ج):عینی کا عمدۃ القاری میں بیان ہے :۔

انما لم یلتمس شاھداًمنہ(ای من جابر)لا نّہ عدل، بالکتاب والسنہ اما الکتاب فقولہ تعالیٰ (کنتم خیر امۃ اخرجت للناس و قولہ تعالیٰ ’’ و کذالک جعلنا کم امۃ وسطا‘‘

چونکہ جابر قرآن و سنت کی روشنی میں عادل ہیں اس لئے خلیفۂ اول نے ان سے کوئی گواہ طلب نہیں کیا۔قرآن کی دلیل یہ ہے ارشاد ہو تا ہے :

’’وکنتم خیر امۃ اخرجت للناس ‘‘

’’تم بہترین امت ہو جسے لوگوں کے سامنے لایا گیا ہے ‘‘[[73]](#footnote-73)؎

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے :

’’و کذلک جعلنا کم امۃ وسطا ‘‘

’’اور ہم نے تم کو درمیانی امت قرار دیا ہے ‘‘[[74]](#footnote-74)؎

لہذا اگر جابر جیسا انسان، ، خیر امۃ نہ ہو تو دوسرا کون ہو سکتا ہے؟ اور سنت کی دلیل وہ روایت ہے جس میں رسول اللہ (ﷺ)نے فرمایا ہے :جو میری طرف جان بوجھ کر جھوٹ کی نسبت دیگا اسکا ٹھکانہ جہنم ہو گا، ، اس بنا پر گمان نہیں کیا جا سکتا کہ ایک مسلمان عمداًپیغمبر اکرم ﷺکی طرف جھوٹ کی نسبت دیگا، اور صحابی یہ کا م کریگا بہت دور کی بات ہے۔[[75]](#footnote-75)؎

(تعجب………!افسوس صد افسوس، اور فریاد، !!!)

خلیفۂ اول جابر کے دعوے کی توتصدیق کرتے ہیں ، اور شہزادی ٔ کونین حضرت فاطمہ صدیقۂ طاہرہ ﷥ کو ان کے دعوے میں جھٹلادیتے ہیں ؟………

کیا حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ جابر سے کم درجہ رکھتی ہیں ؟

کیا صدیقۂ طاہرہ (جنھیں رسول اللہ نے جنت کی عورتوں کی سردار قرار دیا ہے) ’’خیر امۃ ‘‘کی مصداق نہیں ہیں ………؟

کیا (معاذ اللہ)یہ گمان ہو سکتا ہے کہ حضرت فاطمہ ﷥ آنحضرت ؐ کی طرف جھوٹ کی نسبت دیں گی……؟جبکہ صحابی تو دور کی بات حتیٰ آپ کسی مسلمان کے بارے میں بھی گمان نہیں کر تے کہ وہ پیغمبر ﷺ کی طرف جھوٹ کی نسبت دے سکتا ہے۔

حضرت صدیقہ طاہرہ ﷥ کی تمام عظمت و منزلت سے قطع نظر کرتے ہوئے صرف انھیں ایک صحابیہ ٔ پیغمبر ؐہی کی بنیاد پر دیکھا جائے تو کیاجناب جابر اور حضرت فاطمہ ﷥ دونوں کے دعوے میں کو ئی فرق پایا جا تا ہے……؟

آخر کیوں جابر کا دعویٰ تسلیم کر لیا جاتا ہے؟

جابر کے مسئلہ میں خبر واحد کیسے حجت بن جاتی ہے؟آخر کیوں قاعدۂ ’’ید‘‘(فقہی قانون تصرف و تسلط)اور متعدد گواہوں کے باوجود حضرت صدیقہ طاہرہ ﷥ کا دعویٰ رد کر دیا جاتا ہے……اور جابر کا دعویٰ بغیر گواہ اور قسم کے بھی قبول کر لیا جاتا ہے ؟!

اس بنا پر معلوم ہوتا ہے کہ پس پردہ بات کچھ اور ہے جس کی پردہ داری ہو رہی ہے۔

## فدک کا مطالبہ بعنوان وراثت

حضرت فاطمہ ﷥ اپنے بیت الشرف میں واپس آجاتی ہیں ………دوسرے دن پھر تشریف لے جاتی ہیں تاکہ فدک اور اپنے پدر بزرگوار کی چھوڑی ہوئی چیزوں کا اپنے پدر بزر گوارکی وراثت کے عنوان سے مطالبہ فرمائیں۔

فدک اس سرزمین کا حصہ تھا جس کو اپنے اختیار میں لینے کیلئے رسول اللہ نے لشکر کشی نہیں کی تھی، اور تمام علمائے اسلام کے اتفاق آرأ سے ثابت ہے کہ ایسی زمین خود رسول اللہ ﷺ کی ذاتی ملکیت ہوتی ہے، دوسرے مسلمانوں کا اس میں کسی بھی طرح کا حصہ نہیں ہوتا ہے…………دوسری طرف یہ حقیقت بھی مسلم ہے کہ ہر وہ مال یا حق جو کسی مسلمان کے مرنے کے بعد رہ جاتا ہے وہ اس کے وارثوں کا حق ہوتا ہے (کہ وہی اختیار رکھتے ہیں دوسرا کوئی نہیں )……………(تمام لوگوں کے اتفاق نظر سے)شہزادی ٔ عالم حضرت فاطمہ ﷥ آنحضرت ؐکی سب سے زیادہ قریبی وارث ہیں اسی لئے جب دربار خلافت میں آپ کے دعوائے ملکیت کو رد کر دیا جاتا ہے تو آپ بعنوان میراث مطالبہ فرماتی ہیں :

اوپر کی سطروں میں جو کچھ بیان ہوا وہ چند مقدمہ تھے جو ترتیب وار اور پے در پے ذکر کئے گئے۔

ذیل کے واقعہ کو بخاری و مسلم نے عا ئشہ سے روایت کیا ہے، ہم بخاری کی روایت نقل کرتے ہیں عائشہ کہتی ہیں :

’’انّ فاطمہ علیھا السلام بنت النبی أرسلت الی ابی بکر تسألہ میراثھا من رسول اللّٰہ ﷺ مما أفاء اللّٰہ علیہ با لمدینہ و فدک وما بقی عن خمس خیبرفقال ابوبکر:انّ رسول اللّٰہ قال ’’لانورّث ما ترکناہ صدقۃ ‘‘انما یأکل آل محمد فی ھٰذاالمال، و انّی واللّٰہ لا أُغیر شیئاً من صدقۃ رسول اللّٰہ عن حالھا التی کان علیہا فی عھد رسول اللّٰہ ولأعلمنّ فیھا بما عمل بہ رسول اللّٰہ.

فأبی ابوبکر أن یدفع الیٰ فاطمۃ منھا شیئاً، فوجدت فاطمۃ علیٰ ابی بکر فھجرتہ، فلم تکلمہ حتّیٰ توفّیت، و عاشت بعد النبی ستۃ اشہر، فلما توفّیت دفنھا زوجھا علي لیلاً ولم یؤذن بھا ابا بکر وصلیٰ علیھا‘‘

’’دختر پیغمبر اکرم ﷺ حضرت فاطمہ ﷥ نے ابوبکر کے پاس پیغام بھیجا اور مدینہ میں موجود مال غنیمت، فدک، اور خیبر کا باقی ماندہ خمس جو رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد بعنوان میراث رہ گیا تھااس کا مطالبہ فرمایا۔

ابوبکر نے جواب دیا رسول اللہﷺ نے فرمایا ہے :

’’ہم میراث نہیں چھوڑتے جوکچھ چھوڑتے ہیں وہ صد قہ ہوتا ہے ‘‘آل محمد ﷨ صرف اسی مال سے استفادہ کر سکتے ہیں۔خدا کی قسم !رسول اللہﷺ نے جس مال کو بطور صدقہ چھوڑا ہے اور وہ ان کے زمانہ میں تھا اس میں کسی طرح کی کوئی تبدیلی نہیں کرونگا اس کے بارے میں وہی طریقہ اختیار کرونگا جو خود رسول اللہ نے اختیار کیا تھا۔ابوبکر نے اس میں سے کچھ بھی دینے سے انکار کردیا…………… حضرت فاطمہ ﷥ ابوبکر پر غضبناک ہوگئیں اور انھیں چھوڑ کر وہاں سے چلی گئیں ، اور جب تک زندہ رہیں ابوبکر سے بات نہیں کی، حضرت فاطمہ ﷥ پیغمبر اکرم ﷺ کے بعد چھ مہینہ زندہ رہیں ، جب دنیا سے رخصت ہوئیں تو ان کے شوہر حضرت علی ﷣ نے شب کی تاریکی میں ان کی نماز میت پڑھی، انھیں دفن کیا اور ابوبکر کو خبر نہیں دی‘‘[[76]](#footnote-76)؎

حضرت زہرا ﷥ کی جانب سے وراثت کے عنوان سے مطالبہ فدک کا ماجرا زمانہ ٔ قدیم سے طول تاریخ میں ان موضوعات کا حصہ رہا ہے جن کی بنیاد اور محور پربے شمار کتابیں لکھی گئی ہیں اور اس بارے میں شہزادی عالم کا خطبہ ایک زندہ جاوید کے مانند ہے جو کائنات کی پیشانی پر ہمیشہ چمکتا رہے گا۔

## کچھ قابل غورباتیں

…آخر کیوں ابو سعیداور ابن عباس کاکلام اور حضرت علی ﷣ اور امام حسن اور امام حسین ﷦ کی گواہیاں اور دیگر لوگوں کی اس بات میں تصریح کہ مرسل اعظم ﷺ نے فدک حضرت فاطمہ زہرا ﷥ کو عطا کردیا تھا، تسلیم اور قبول نہیں کیا جاتا ……مگر جب تنہا ابوبکر کہتے ہیں :’’انبیاء میراث نہیں چھوڑتے ‘‘ تو قبول کر لیا جاتا ہے…؟ …آخر کس بنیاد پر اتنے بڑے اور عظیم صحابیوں کے کلام پر ایک شخص کے کلام کو ترجیح دیدی جاتی ہے؟

اس سلسلہ میں علماء کے آراء و نظریات کو ملاحظہ کیجئے تو پتہ چلے گا کہ ان کے نظریات مختلف ہیں ، اور ان کے الفاظ و کلمات میں حقیقی طور سے بڑا اضطراب نظر آتا ہے ……وہ لوگ اس حقیقت کی تاویل و توجیہ میں پریشان ہیں کوئی سبیل نظر نہیں آتی ہے، شاید اس سلسلہ میں جو سب سے اہم چیز کہی جاسکتی ہے وہ یہ کہ وہ لوگ کہتے ہیں :’’صرف ابوبکر اس حدیث کے راوی نہیں ہیں بلکہ یہ تو اتر حدیث میں سے ایک ہے اور ابوبکر نے صرف اسے روایت کیا ہے ‘‘

## چند اہم نکات :

اب ہم اس نظریہ کا چندزاویہ سے تجزیہ و تحلیل کر یں گے :

(۱) (خلیفۂ اول کی حدیث میراث کو) آخر کیوں اس وقت تک کسی دوسرے فرد نے رسول اللہﷺ سے نہیں سنا تھا …؟

(۲) آخر کیوں اس وقت تک اہل بیت ﷨ میں سے کسی نے بھی اس حدیث کو نہیں سنا تھا؟ اور حد ہو گئی کہ حتی خود پیغمبر اکرم ؐ کے وارثین بھی اس طرح کی کسی حدیث کے بارے میں کوئی خبر نہیں رکھتے تھے؟توپھر کیوں پیغمبر اسلامﷺ کی بیویوں نے عثمان کو ابوبکر کے پاس بھیج کر اپنے حق کی میراث کا مطالبہ کیا؟ اور کیوں عثمان نے حدیث پیغمبر ؐ کو ان کے گوش زد نہیں کیا …؟ آخر کیوں عثمان خلیفۂ اول کے پاس گئے اور رسولؐ کی بیویوں کا مطالبہ ان کے سامنے پیش کیا …؟

… اس کا مطلب ہے کہ عثمان بھی اہلبیت ﷨ اور رسالت مآب ؐ کی بیویوں کے مانند اس طرح کی حدیث سے بے خبر تھے۔

اس بارے میں فخرا لدین رازی نے بڑا ظریف اور لطیف نکتہ اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے، کہتے ہیں :

’’انّ المحتاج الیٰ معرفۃ ھٰذہ ا لمسألۃ ما کان الا فاطمہ و علی و العباس، و ھوء لآء کانوا مِن أکابر الزہّاد والعلماء و اھل الدین، واما ابوبکر، فانہ ماکان محتاجاً الٰی معرفۃ ھٰذہ المسئلہ لانہ ماکان ممن یخطر ببالہ انہ یورّث من الرسول، فکیف یلیق بالرسول أن یبلّغ ھٰذہ المسئلۃ الیٰ من لا حاجۃ لہ الیہا، ولا یبلّغھا الیٰ من لہ الیٰ معرفتھا أشد الحاجۃ؟‘‘

’’میراث پیغمبر ؐ سے واقفیت کی ضرورت سوائے حضرت علی ﷣، حضرت فاطمہ زہرا ﷥ اور عباس[[77]](#footnote-77)؎ کے کسی دوسرے کو نہیں ہو سکتی ہے، اور یہ حضرات خود عظیم اور بزرگ علماء اہل دین، اور اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ زہد رکھنے والے شمار ہو تے تھے … ؛لیکن ابو بکر کو اس مسئلہ میراث سے واقفیت کی کوئی ضرورت نہیں تھی (اس لئے کہ اس مسئلہ سے انکا دور کا بھی کوئی واسطہ نہیں تھا)اور ان کے وہم و خیال میں بھی نہ آیا ہو گا کہ وہ سول اللہﷺ سے میراث پاسکتے ہیں ، تو پھر کون صاحب عقل پیغمبر ؐ کی طرف یہ نسبت دے سکتا ہے کہ آنحضرتؐ اس مسئلہ سے اس شخص کو آگاہ کریں جس کو ضرورت نہیں اور اسے نہ بتائیں جسے اس کی ضرورت ہے؟‘‘[[78]](#footnote-78)؎

(۳) اگر تمام باتوں سے صرف نظر کر لیں تبھی تواتر حدیث کا دعویٰ سوائے جھوٹ اور فریب کے اور کچھ نہیں ہے، اس لئے کہ اہلسنت کے علماء نے خود صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ ابو بکر ہی فقط اس حدیث کے ناقل ہیں اور اسی وجہ سے خبر واحد کی اہمیت کی بحث میں ، خبر واحد کی مثال اور نمونہ کے طور سے اس حدیث کو پیش کر تے ہیں۔ [[79]](#footnote-79)؎ اس کے علاوہ دیگر احادیث میں بھی اس بات کے شواہد موجود ہیں کہ ابوبکر اس حدیث کے تنہا ناقل ہیں۔[[80]](#footnote-80)؎اور متکلمین اقرار کر تے ہیں کہ اس حدیث کے نقل کرنے میں خلیفۂ اول تنہا اور اکیلے ہیں۔ [[81]](#footnote-81)؎

(۴) بغیر کسی تردید کے یہ بات پیش کر رہا ہوں کہ ابو بکر بھی اس حدیث کے راویوں میں سے نہیں ہیں حتی خبر واحدیعنی تنہا ناقل کی شکل میں بھی نہیں ہیں ، یہ حدیث جعلی اور موضوعی (گڑھی گئی) ہے جسے بعض لوگوں نے ابو بکر کیطرف سے دفاع کر نے کیلئے گڑھا ہے، اس لئے کہ ابو بکر کے پاس اس واقعہ میں کوئی جواب تھا ہی نہیں جسے پیش کرتے، انھوں نے اس حدیث سے استدلال بھی نہیں کیا تھا۔

اس مطلب کو حافظ عبد الرحمن بن یوسف ابن خراش نے ذکر کیا ہے وہ کہتے ہیں :

یہ حدیث باطل ہے جسے مالک بن اوس بن حدثان نے جعل کیا ہے اور وہی اس داستان کا راوی ہے … ابن عدی حافظ ابن خراش کے [[82]](#footnote-82)؎ حالات زندگی کے بارے میں لکھتے ہیں :

’’سمعت عبد ان یقول : قلت لابن خراش : حدیث ماترکناہ صدقۃ؟ قال : باطل، أتھم مالک بن اوس بالکذب‘‘

میں نے عبدان کو کہتے سنا کہ : میں نے ابن خراش سے دریافت کیا کہ آپ حدیث ماترکناہ صدقہ(جو ہم چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے) کے بارے میں کیا فرماتے ہیں ؟ تو جواب دیا : یہ حدیث بالکل باطل ہے اسے مالک بن اوس نے گڑھا ہے اور وہ جھوٹا ہے۔[[83]](#footnote-83)؎

…دیکھئے اور غور سے ملاحظہ کیجئے ایک جعلی اور گڑھی ہوئی حدیث کے ذریعہ …جس کو ایک عظیم الشان حافظ نے باطل قرار دیا ہے … کس طرح قرآن کریم کے محکمات سے دست بردار ہو رہے ہیں ؟

جو کچھ اب تک بیان کیا گیا اس کی روشنی میں یہ بات اچھی طرح واضح ہو گئی کہ غصب فدک کا واقعہ اور صدیقہ طاہرہ ﷥ اور اہلبیت ﷨ کی تکذیب اور انھیں جھٹلایا جانا، ان واقعات کا ایک حصہ تھا جن کے بارے میں حضرت ختمی مرتبت ؐ نے خبر دے دی تھی ……یہ وہ روداد ہے جسے واقعاً جب ایک آزاد اور غیر جانبدار انسان دیکھتا ہے یا پڑھتا ہے یا بیان کر تا ہے تو دل خون خون ہو جاتا ہے اور بس۔

اب کچھ ان واقعات کو پیش کر وں گا جن کا تجزیہ و تحلیل کیا ہے تا کہ اپنی اور قارئین کی فکر و نظر اور بصیرت میں کچھ اضافہ کر سکوں۔

چھٹی فصل

# بیت عصمت میں آگ

## جناب فاطمہ زہرا ﷥ کے گھر کا جلایا جانا

گذشتہ صفحات میں یہ بات پیش کی جاچکی ہے کہ اس امت نے واقعات و حادثات اور ان کے جزئیات نیز تفصیلات کو بیان کر نے اور کتابوں میں درج کر نے کو عرصۂ دراز تک ممنوع قرار دے رکھا تھا، تو اس صورت حال میں آپ یہ کیسے توقع کرتے ہیں کہ بخاری آپ کے لئے نقل کریں گے کہ فلاں فلاں اور فلاں نے اپنے ہاتھوں سے حضرت فاطمہ زہرا ﷥ کے گھر کو آگ لگائی ہے؟

یا کون اہلسنت کی کتابوں میں اس طرح کے جملوں کو مشاہدہ کر نے کی امید رکھ سکتا ہے!؟

آپ نے ملاحظہ کیا اور غور کیا کہ بخار ی، مسلم اور دوسروں نے ان حدیثوں میں جو ان حساس مسائل کے مقابلہ میں دسویں حصہ کے برابر بھی اہمیت نہیں رکھتی تھیں ، کس طر ح بے خوف و خطر تحریف کر دیا، توحساس واقعات و حادثات سے متعلق روایتیں تو بہت دور کی بات ہے؟!

حضرت صدیقۂ طاہرہ ﷥ کے گھر کا جلایا جانا ہماری کتابوں اور حدیثوں کے قطعی اور مسلم حقائق میں سے ایک حقیقت ہے جس پر سارے علماء، ہمارے تمام مصنفین و مؤلفین اتفاق نظر رکھتے ہیں ……اور اگر کوئی اس کا انکار کرے، یا اس میں شک کرے یا دوسروں کو شک و شبہہ میں ڈالے (کوئی بھی ہو)وہ علمائے شیعہ، بلکہ تشیع سے خارج ہے۔

اہلسنت کی کتابوں میں یہ حقیقت مختلف شکلوں میں نقل ہو ئی ہے، اس کتاب میں اپنے موضوع سے متعلق واقعات، احادیث اور روایات کچھ اس طرح تدوین و ترتیب دی گئی ہیں کہ قارئین اور حق کے متلاشی کے لئے کوئی نکتہ پوشیدہ اور مبہم یا مشتبہ نہ رہ جائے۔ نیز بحث وگفتگو کے مطالب ایک دوسرے سے خلط ملط نہ ہونے پائیں تاکہ دقت سے ملاحظہ کیا جا سکے کہ اس روداد اور اس سے متعلق واقعات و حادثات کے نقل میں کیا کیا چیزیں تھیں جنھیں کتابوں میں جگہ نہیں دی گئی ……اور جن باتوں کو، خواہ کسی بھی مقدار میں ہو نقل کیا ہے، ان میں کیسی کیسی سازشیں اور مکاریاں کار فرماں ہیں کہ اللہ کی پناہ !؟اور جن باتوں کو نقل نہیں کیا ہے، یا ان کے نقل سے روک دیا گیا تھا، یا جان بوجھ کر انھیں ترک کردیا گیا ہے، وہ خود مستقل اور جداگانہ ایک موضوع بحث ہے، اس سلسلہ میں جو مطالب نقل ہوئے ہیں چند عنوان کے تحت پیش کررہا ہوں۔

## (ا)گھر جلا دینے کی دھمکی:

بعض روایتوں میں نقل ہے : عمر بن خطاب نے گھر جلا دینے کی دھمکی دی تھی ……تو سب سے پہلے دھمکی کے عنوان کے تحت ابن ابی شیبہ کی کتاب ’’المصنَّف‘‘ سے مطالب پیش کر وں گا واضح رہے کہ ابن ابی شیبہ بخاری کے اساتذہ اور مشائخ میں شمار ہوتے ہیں جن کی ۲۳۵؁ھ ق میں وفات ہوئی ہے۔

ابن ابی شیبہ اس ماجرا کو اپنی سند کے ساتھ زید بن اسلم سے اور زید اپنے والد اسلم سے نقل کر تے ہیں : اسلم(جو عمر کا غلام تھا) کہتا ہے :

’’حین بویع لابی بکر بعد رسول اللہ، کان علی والزبیر یدخلان علیٰ فاطمۃ بنت رسول اللہ، فیشاورونھا و یرتجعون فی امرھم.

فلما بلغ ذلک عمر بن خطاب، خرج حتّیٰ دخل علیٰ فاطمۃ فقال: یا بنت رسول اللہ! واللہ! ما أحد أحب الینا من ابیک، وما من احد أحب الینا بعد ابیک منک، وأیم اللہ ما ذاک بما نعی ان اجتمع ھؤلاء النفر عند ک أن أمر تھم أن یحرّق علیھم البیت‘‘

’’ جب رسول اللہؐ کے بعد ابو بکر کی بیعت ہو گئی، علیؑ، زبیر، خانۂ سیدہ ﷥میں آتے تھے اور ان سے ان لوگوں کے امر میں مشورہ کر تے تھے، جب یہ خبر عمر تک پہنچی تو حضرت فاطمہ ﷥ کے پاس آئے اور کہا : اے دختر پیغمبرؐ ! خدا کی قسم ! میرے نزدیک تمہارے پدر بزرگوار سے زیادہ کوئی محبوب نہیں ہے اور آپ کے والد گرامی کے بعد میرے نزدیک تم سے زیادہ کوئی محبوب نہیں ہے، خدا کی قسم ! (اس کے باوجود) اگر یہ لوگ تمہارے پاس جمع ہو ں گے تو ہمارے لئے کوئی شئی مانع نہیں ہو گی کہ حکم دوں گھر میں آگ لگادیں ‘‘۔[[84]](#footnote-84)؎

اور یہی بات دوسری سند کے ذریعہ تاریخ طبری میں بھی نقل ہوئی ہے :

’’اتیٰ عمر ابن خطاب منزل علیؑ و فیہ طلحہ و زبیر و رجال من المھاجرین فقال: واللہ ! لأحرقنّ علیکم اولتخرجنّ الی البیعۃ.

فخرج علیہ الزبیر مصلتاً سیفہ، فعثر فسقط السیف من یدہ، فوثبوا علیہ فأخذوہ‘‘

’’عمر حضرت علی﷣ کے گھر میں آئے، اسوقت طلحہ زبیر[[85]](#footnote-85)؎ اور مہاجرین کے کچھ لوگ حضرت علی﷣ کے پاس جمع تھے عمر نے کہا : خدا کی قسم ! تم لوگ بیعت کے لئے باہر آؤورنہ گھر کوتم لو گوں کے ساتھ آگ لگادوں گا اس وقت زبیر تلوار کھینچے ہوئے باہر آئے پیر پھسلا اور ان کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ گئی لوگ زبیر پر ٹوٹ پڑے اور انھیں گرفتار کر لیا ‘‘[[86]](#footnote-86)؎

اس بحث میں ہم انھیں دو منابع و مصادر پر اکتفاء کر تے ہیں ، البتہ اہلسنت کے دوسرے بڑے حافظ اور محدثین نے اتنابھی نقل نہیں کیا ہے، بلکہ حقائق کی کاٹ چھانٹ اور انھیں تحریف کرنے کی طرف زیادہ توجہ کی ہے۔

’’ابن عبد البر نے کتاب ’’الاستیعاب‘‘ میں اس روایت کو ابو بکر بزّار کے طریقہ سے ابن ابی شیبہ ہی کی سند کے ساتھ اس طرح نقل کیا ہے :

’’ان العمر قال لھا: ما احداحب الینا بعدہ منک، ثم قال : ولقد بلغنی.انّ ھؤلاء النفر یدخلون علیک ولأن یبلغنی لأفعلنّ لافعلنّ‘‘

’’حضرت فاطمہ زہرا ﷥سے عمر نے کہا : آپ کے پدر بزرگوار کے بعد میرے نزدیک آپ سے زیادہ کوئی محبوب نہیں ہے ……اس کے بعد کہا: مجھے خبر ملی ہے کہ وہ لوگ آپ کے پاس آتے ہیں ، اگر باہر نہیں آئیں گے تو میں ضرورایسا ویسا کر وں گا۔[[87]](#footnote-87)؎

غور فرمائیں … روایت وہی…سند وہی… راوی بھی وہی مگر کس قدر تحریف !!!

جو لوگ اس حد تک روایتوں کی تحریف کر تے ہیں آپ ان لوگوں سے کیسے توقع رکھتے ہیں کہ وہ آپ کے لئے نقل کریں گے کہ ’’انھوں نے گھر میں آگ لگادی‘‘؟!

دنیا کا کون عقلمند انسان ان لوگوں سے ایسی توقع کر سکتا ہے؟اور اگر ہے تو یا تو وہ نادان ہے یا نادان بنا ہوا ہے اور مذاق کررہا ہے۔

## ۲۔ آتش گیر مادہ اور سلگتی ہوئی رسی کا لایا جانا

اس روداد کے سلسلہ میں بعض روایتوں میں ’’آتش گیرمادہ‘‘یا ’’سلگتی ہوئی رسی‘‘کا عنوان پایا جاتا ہے جس کے بعض اسناد کی طرف اشارہ کر تاہوں :…الانساب الاشراف میں بلاذری متوفی ۲۲۴؁ھ ق نے اپنی سند کے ساتھ اس طرح روایت کیا ہے :

’’ان ابا بکر ارسل الیٰ علی یرید البیعۃ، فلم یبایع، فجاء عمر و معہ فتیلہ.

فتلقتہ فاطمۃ علیٰ الباب، فقالت فاطمۃ: یابن الخطّاب! اتراک محرّقاً علیّ بابی؟!

قال نعم : وذٰلک اقویٰ فیما جاء بہ ابوک‘‘

(ابوبکر نے حضرت علی ﷣ سے کہلا بھیجا کہ وہ بیعت کر یں ، انھوں نے بیعت نہیں کی تو عمر بتی (سلگتی ہوئی رسی)لے کر آگئے پشت دروازہ حضرت فاطمہ زہرا ﷥ کھڑی تھیں فرمایا: اے فرزند خطاب ! کیا تم میرا گھر جلتا ہوا دیکھو گے؟

عمر نے کہا :ہاں ، اور یہ ان چیزوں سے زیادہ بہتر اورقوی ہے جن چیزوں کو لے کر تمہارے پدر بزرگوار آئے ہیں۔[[88]](#footnote-88)؎

ابن عبد ربہ متوفی ۳۲۸؁ھ ق اپنی کتاب میں لکھتے ہیں :

’’و اما علی و العباس و الزبیر، فقعدوا فی بیت فاطمہ حتّیٰ بعث الیھم ابو بکر لیخرجوا من بیت فاطمۃ و قال لہ:انْ ابوا فقاتلھم.

فأقبل بقبس من نار علیٰ أن یضرم علیھم الدار، فلقیتہ فاطمۃ فقالت: یابن الخطاب، اجئت لتحرق دارنا؟

قال: نعم، أو تدخلوا ما دخلت فیہ الامّۃ‘‘

’’حضرت علی ﷣، عباس اور زبیر حضرت فاطمہ زہرا ﷥کے گھر میں بیٹھے تھے، تو ابو بکر نے ان کے پاس ایک شخص[[89]](#footnote-89)؎ کو بھیجا اور بیعت کر نے کے لئے باہر نکلنے کو ان سے کہا، اور کہا :

اگر قبول نہ کریں تو ان سے جنگ کرنا، پھر عمر بھڑکتا ہوا شعلہ لے کر آئے تا کہ گھر کو گھر والوں سمیت جلا دیں ، جناب فاطمہ زہرا ﷥نے عمر کو دیکھا اور فرمایا : اے پسر خطاب ! تم میرا گھر جلا نے آئے ہو؟

عمر نے کہا : ہا ں ! یا امت نے جس چیز کو قبول کر لیا ہے تم لوگ بھی قبول کر لو‘‘[[90]](#footnote-90)؎

اس مقام پر نقل کی گئی عبارتوں کو ایک دوسرے سے ملا کر دیکھئے اور غور کیجئے تا کہ ان میں فرق اور تحریف اور کاٹ چھانٹ کا میزان مشخص ہو جائے، سنی تاریخ نگار ابو لفداء متوفی ۷۳۲؁ھ ق نے بھی اپنی کتاب میں اس روایت کو نقل کیا ہے جس کے آخر میں یوں لکھتے ہیں :

’’و ان ابو ا فقاتلھم، ثم قال : فاقبل عمر بشئی من نار علیٰ ان یضرم الدار ‘‘

(اگر قبول نہ کریں تو ان سے جنگ کرو، تو عمر کچھ آگ لے کر آئے تاکہ گھر کو آگ لگادیں )[[91]](#footnote-91)؎

## ۳۔ گھر جلا نے کے لئے لکڑیوں کا جمع کرنا

مسعودی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں :

عروہ بن زبیر اپنے بھائی عبداللہ بن زبیر کے اس عمل کی توجیہ و تاویل میں (کہ جس نے بنی ہاشم کو شعب ابو طالب میں محصور کیا تھا اور لکڑیاں جمع کی تھیں تاکہ اگر وہ لوگ بیعت نہ کریں تو انھیں جلا ڈالے) کہتے ہیں : عمر نے بھی ان لوگوں سمیت گھر جلا نے کے لئے لکڑیاں جمع کی تھی جنھوں نے ابو بکر کی بیعت سے انکار کیا تھا۔[[92]](#footnote-92)؎

عروہ بن زبیر کہتے ہیں :’’لکڑیاں لائی گئیں ‘‘

دوسرا کہتا ہے : ’’تھوڑی آگ لائی گئی‘‘

ہاں …لکڑیاں موجود تھیں ……آگ بھی لائی گئی۔

تو کیا اب آپ چاہتے ہیں کہ اس بات کی بھی تصریح کردیں کہ ’’لکڑیوں میں آگ لگادی گئی ‘‘؟

یعنی اگر تصریح و وضاحت نہ کریں …اور ہر گز وضاحت نہ کریں گے … تو اس (گھر کو آگ لگانے والی)روایت میں ہم شک پیدا کریں ؟

یہ ایسی حقیقت اورمسلم خبر ہے جس کے بارے میں ہمارے ائمہ معصومین ﷨ یقین اور قطع رکھتے ہیں نیز مذہب تشیع اور علمائے شیعہ اس بات پر اتفاق نظر رکھتے ہیں ؟!

## ۴۔گھرجلا نے کے لئے آنا

کتابوں میں جو عبارت واضح طور سے دیکھنے کو ملتی ہے وہ یہ کہ ’’عمر حضرت علی ﷣ کے گھر کو آگ لگانے کے آتے ہیں ‘‘

یہ عبارت بعض کتابوں میں جیسے ’’ روضۃ المناظر فی اخبار الاوائل و الاواخر[[93]](#footnote-93)؎ میں موجود ہے جسے ابن شحنہ متوفی ۸۸۲؁ھ ق نے تحریر کیا ہے وہ لکھتے ہیں :

’’انّ عمر جاء الی بیت علی لیحرّقہ علی من فیہ، فلقیتہ فاطمہؑ فقال: ادخلوا فیما دخلت فیہ الٔامّۃ‘‘

(عمر حضرت علی ﷣ کے گھر آئے تا کہ گھر میں اس کے اہل سمیت آگ لگادیں …فاطمہ زہر ا ﷥ نے عمر کودیکھا تو عمر بولے : تم لوگ بھی اسے تسلیم کر لو جسے امت نے قبول کر لیا ہے۔

صاحب کتاب ’’الغارات ‘‘کے مصنف ابراہیم بن محمد ثقفی نے داستان سقیفہ کے بارے میں احمد بن عمر و بجلی سے، انھوں نے احمد بن حبیب عامری اور حمران بن أعین سے، اور انھوں نے حضرت امام جعفرصادق ﷣ سے روایت نقل کیا ہے حضرت نے فرمایا :

’’واللّٰہ ما بایع علی حتیٰ رأی الدخان قد دخل بیتہ‘‘

’’ خدا کی قسم ! حضرت علی ﷣ نے بیعت نہیں کی یہاں تک کہ آپ نے دیکھا گھر میں دھواں پھیل گیا ہے ‘‘

واضح رہے کہ اس عظیم محدث کی جس کتاب میں یہ روایت موجود تھی وہ کتاب ہم تک نہیں پہنچی (ناپید ہو گئی) ہے ان عبارتوں کو سید مرتضیٰ قدس سرہ نے اپنی کتاب ’’الشافی فی الامامۃ‘‘ میں ان سے نقل کیا ہے۔ [[94]](#footnote-94)؎

عظیم محدث ابراہیم بن محمد ثقفی متوفی ۲۸۰؁ھ یا ۲۸۳ ؁ھ کے حالات زندگی پر نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی تالیفات میں دوکتابیں ’’السقیفہ ‘‘اور ’’المثالب‘‘کے نام سے پائی جاتی ہیں ، لیکن یہ دونوں کتابیں زمانہ کے نشیب و فراز میں گم ہو گئیں اور ہم تک نہیں پہنچ سکیں۔

اور علمائے اہلسنت نے بھی اس عظیم محدث کے حالات زندگی پر روشنی ڈالی ہے مگر کسی طرح کی جرح یا اعتراض آمیز بات پیش نہیں کی ہے بس ان کے بارے میں اتنا ہی کہا کہ وہ ’’رافضی ‘‘تھے

ہاں ……یقیناً وہ رافضی تھے اور السقیفہ اور المثالب جیسی کتابوں میں اس قسم کی روایتوں كو بڑے مستند کے ساتھ امام صادق ﷣ سے نقل کیا تھا۔

اس عظیم محدث کی روایت کے صحیح اور مستند ہو نے کی ایک دلیل یہ ہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ :

’’لما صنّف کتا ب المناقب و المثالب اشار علیہ اہل الکوفۃ ان یخفیہ و لا یظھرہ ، فقال : ای البلاد ابعد عن التشیّع، فقالوا لہ : اصفھان، فحلف أن یخفیہ ولا یحدث بہ الا فی اصفہان ثقۃً منہ بصحۃ ما أخرجہ فیہ، فتحوّل الیٰ اصفہان و حدّث بہ فیھا

’’ جب ثقفی نے کتاب المناقب والمثالب تصنیف کی تو اہل کوفہ نے ان سے کہا : اسے چھپا دیجئے اور آشکار نہ کیجئے گا، انھوں نے کہا : کون شہر عقیدۂ تشیع سے سب سے زیادہ دور ہے؟ لوگوں نے کہا اصفہان[[95]](#footnote-95)؎ انہوں نے قسم کھائی کہ کسی کے سامنے اسے آشکار نہیں کر یں گے اور اس میں سے کوئی حدیث نہیں بیان کریں گے سوائے اصفہان کے اور اس کتاب میں جو کچھ روایت کیا ہے وہ معتبر اور ثقہ راوی سے ہے اور ان کی تمام روایتیں صحیح ہیں ، تو وہ اصفہان چلے گئے اور وہاں ساری روایتوں کوبیان کیا، ابو نعیم اصفہانی نے بھی اس واقعہ کو ’’اخبار اصفہان‘‘ میں نقل کیا ہے ‘‘[[96]](#footnote-96)؎

آپ نے ملاحظہ کیا کہ آخر میں نقل ہو نے والی روایت میں کلمۂ ’’دھواں ‘‘کا ذکر آیا ہے کہ حضرت نے فرمایا :

’’واللہ مابایع علی حتیٰ رأی الدخان قد دخل بیتہ‘‘

’’کہ خدا کی قسم ! علی ﷣ نے بیعت نہیں کی یہاں تک کہ دیکھا گھر میں دھواں پھیل گیا ہے‘‘

ہر چند علماء و محدثین نے گزشتہ روایتوں میں اس حد تک ماجراء کی صراحت و وضاحت پیش کر نے سے پر ہیز کیا ہے، لیکن لکڑیوں ، شعلوں ، آگ، اور سلگتی رسیوں کی وضاحت ضرور کی ہے، صرف یہ نہیں لکھا کہ ’’لکڑیوں میں آگ لگادی‘‘

کیا آپ چاہتے ہیں اس بات کی بھی تصریح کر دیں ؟

کیا ان روایتوں کے راوی عاقل نہیں تھے؟

کیا وہ لوگ زند ہ رہنا پسند نہیں کر تے تھے؟

ہم جانتے ہیں اور اچھی طرح واقف ہیں کہ اس سے زیادہ وضاحت کر نے کیلئے حالات زمانہ انھیں اجازت نہیں دے رہے تھے ……دوسری طرف وہ لوگ اس بات سے بھی واقف تھے کہ ان کی کتابوں کا مطالعہ کر نے والے لوگ یا وہ افراد جن کے پاس یہ روایتیں پہنچیں گی، سب عاقل ہو ں گے، صاحب فھم و ادراک ہو ں گے جو کچھ ان کے لئے بیان کیاگیا ہے انھیں مطالب کے سیاق و سباق سے وہ دیگر حقائق کوبھی اپنی دانائی اور تیز فہمی کی بنا پر درک کر لیں گے۔

لہٰذا اس واقعہ کی تمام چھوٹی بڑی باتیں علماء بطور وضاحت پیش کریں ، اس بات کی امید رکھنا، نادانی، تجاہل عارفانہ اور بے جا ہے، اور کیا یہ بات درست ہے کہ اگر تصریح یا وضاحت نہ کریں یا کسی بات پر ان کی طرف سے کامل نص نہ ملے تو ہم شک پیدا کریں اور دوسروں کے دلوں میں بھی شک ڈالیں ؟ خدا کی قسم ! یہ انداز اور یہ سلوک…نہایت ہی تعجب خیز ہے۔

ساتویں فصل

# حضرت محسن ﷣ کی شہادت

## حضرت علی ﷣ کی اولاد

جناب فاطمہ زہرا ﷥ کے شکم مبارک سے بچہ کے ساقط ہو نے کے بارے میں علمائے اہلسنت کی روایتیں بہت زیادہ آشفتہ اور مختلف ہیں اور اس بات کو ان کی روایات اور اس سلسلہ میں ان کے آراء و نظریات کو بغور مطالعہ کر نے کے بعد ہر انسان محسوس کر ے گا۔

یہ تمام روایتیں بتاتی ہیں حضرت علی ﷣ کی تین اولاد تھیں ، حسن ؑ، حسین ؑ، محسنؑ یا محسِّن یا محسَّن حضرت ختمی مرتبت نے ان اسماء کو جناب ہارون ﷣ کے فرزندوں (شبر شبیر مبشر) کے اسماء سے تشبیہ دیتے ہوئے انتخاب فرمایا تھا۔

یہ بات مسند احمد بن حنبل [[97]](#footnote-97)؎ مستدرک حاکم [[98]](#footnote-98)؎ اور اہل سنت کی معتبر کتابوں میں موجود ہے حاکم نیشاپوری نے روایت کو صحیح مانا ہے اور ذھبی [[99]](#footnote-99)؎نے بھی اس کے صحیح ہو نے کی تائید کی ہے …… اب سوال یہ پیش آتا ہے کیا حضرت علی ﷣ کے فرزندوں میں اس نام کا کوئی فرزند تھا یا نہیں …؟

کہتے ہیں … :ہاں ، محسن نام کا ایک بیٹا تھا،

تو سوال ……انھوں نے کیسے زندگی بسر کی؟ انکا سر انجام کیا ہوا؟

یہ لوگ حضرت علی ﷣ کے اس بیٹے کے وجودکو تسلیم کر تے ہیں … مگر اس بحث میں آگے بڑھنے میں اختلاف کا شکار ہو جاتے ہیں … کیا آپ اس بات کی توقع کرتے ہیں کہ وہ لوگ بغیر ابہام اور پردہ پوشی کے واضح و آشکار اور کامل طور سے وضاحت و صراحت کے ساتھ پیش کردیں …؟!

ملاحظہ کیا اور آئندہ بحثوں میں بھی ملاحظہ کریں گے کہ ان لوگوں نے تمام حقائق سے پردہ نہیں اٹھا یا ہے جس کے نتیجہ میں روایتوں ، حدیثوں اور تاریخی واقعات کو اپنی جاگیر بنا ڈالا…… توان لوگوں سے اس بات کی کیسے امیدکی جا سکتی ہے وہ پوری پوری وضاحت سے کام لیں گے؟!

مگر انھیں لو گوں میں سے کچھ ایسے حقیقت پسند اور نڈر افراد بھی پیدا ہوئے ہیں جنھوں نے حقیقت سے پردہ تواٹھا دیا مگر انھیں اس کے عوض مشکلات و پریشانیوں کا سامنا کر تے ہوئے بھاری قیمت ادا کر نی پڑی ہے، ان میں سے ایک ابن ابی دارم متوفی ۳۵۲ ؁ھ ق ہیں ……ذہبی ان کے حالات زندگی کے بارے میں کھتے ہیں :

’’الامام الحافظ الفاضل ابوبکر احمد السری بن یحییٰ بن السری بن ابی دارم التمیمی الکوفی الشیعی [أصبح شیعیاً] محدِّث الکوفۃ، حدث عنہ الحاکم، و ابو بکر بن مردویہ، و یحیی بن ابراہیم المزکّی، و ابوالحسن بن الحیمامی، و القاضی ابو بکر الجیلی، و آخرون۔ کان موصوفاً بالحفظ و المعرفۃ، الا أنّہ یترفّض [لما ذا یترفض؟!] قد ألّف فی الحطّ علیٰ بعض الصحابۃ

’’ امام، حافظ، فاضل، ابو بکر احمد بن محمد السری بن یحییٰ بن السری بن ابو دارم تمیمی کوفی، شیعی(شیعہ ہو گئے تھے) کوفہ کے محدثین میں شمار ہو تے ہیں اور حاکم ابو بکر بن مر دویہ یحییٰ بن ابراہیم مذکی، ابو الحسن حمامی، قاضی ابوبکر جیلی اور دوسروں نے ان سے حدیث نقل کی ہے وہ حفظ، معرفت اور شناخت کی منزل پر فائز تھے (ان کی وثاقت میں کوئی شک نہیں ہے) مگر ان کے اندر رافضیوں کی عادت پائی جاتی تھی [ایسا كیوں كرتے تھے]انھوں نے بعض صحابہ کے عیوب کے بارے میں کتاب لکھی ہے۔‘‘[[100]](#footnote-100)؎

ذہبی نے اپنی اس کتاب میں ان کے بارے میں صرف رافضی گری اور صحابہ کے عیوب کے بارے میں کتاب لکھنے کی طرف اشارہ کر نے پر اکتفاء کیا ہے مگر جب ان کی دوسری کتاب میزان الاعتدال۔ پر نظر پڑتی ہے تو پتہ چلتا ہے کہ وہاں بھی انکاذکر کیا ہے مگر حافظ محمد بن احمد کوفی اور ابو بشر دو لابی [[101]](#footnote-101)؎سے اس طرح نقل کیا ہے کہتے ہیں :

کان مستقیم الامر عامۃ دحرۃ، ثم فی آخر ایامہ کان اکثر مایقریٔ علیہ المثالب، حضرتہ و رجل یقرأ علیہ : ان عمر رفس فاطمہ حتیٰ استقطت محسن.

’’وہ پوری عمر راہ راست پر گامزن تھے مگر عمر کے آخری دنوں میں ان کے سامنے جو روایتیں پڑھی جاتی تھیں وہ زیادہ تر صحابہ کے عیوب و نقائص سے متعلق ہو تی تھیں میں ایک دن ان کے پاس گیا تو کیا دیکھا کہ ایک شخص ان کے سامنے پڑھ رہا تھا عمر نے حضرت فاطمہ زہرا ﷥ کو[[102]](#footnote-102)؎ ایسی تکلیف دی جس کی وجہ سے محسن سقط ہو گئے‘‘[[103]](#footnote-103)؎

خوب ملاحظہ کیجئے !یہ راوی اپنی طول زند گی میں راہ راست اور عقیدۂ مستقیم پر قائم رہا …مگر جب آخری عمر میں ان روایتوں کو نقل کر تا ہے جن سے صحابہ کا اصل کر دار سامنے آتا ہے اور عیوب و نقائص آشکار ہو تے ہیں تو عقیدۂ مستقیم سے کس طرح خارج ہو جاتا ہے !!

یہ بات بھی بڑی حکمت آمیزہے اگر اس وقت یہ راوی نہ آگیا ہوتا اور اس نے ان کے سامنے روایت نہ پڑھی ہوتی …تو شاید مذکورہ روایت کا نام و نشان بھی نہ ہوتا اور کسی کی دسترس میں وہ روایت نہ ہوتی۔

عمران بن حصین بھی عظیم اور بڑے صحابہ میں شمار ہوتے ہیں لوگوں نے انھیں نیک اور اچھے الفاظ سے یاد کیا ہے ان کی حا لا ت زندگی میں لکھا ہے : ان کی عظمت و جلالت اورمنزلت کی بنا پر فرشتے ان سے کلام کرتے تھے۔ [[104]](#footnote-104)؎

جب انھوں نے اپنا آخری وقت محسوس کیا تو ان کے قریبی ساتھیوں میں سے کسی نے ان کے سامنے متعۂ حج (جسے عمر بن خطاب نے حرام قرار دیا تھا اور وہ اس حرمت سے سخت نالاں تھے) کے بار ے میں ایک حدیث نقل کی، لیکن انھوں نے اس کے سامنے یہ شرط رکھی کہ جب تک زندہ ہو ں اسے میرے قول سے نقل نہ کرنا ہاں میرے بعد اسے نقل کرنا۔[[105]](#footnote-105)؎

## حضرت محسن ﷣ کا سقط ہونا

حضرت فاطمہ زہرا﷥پرڈھائے جانے والے مظالم اور بربریت کی جن لوگوں نے صراحت و و ضاحت کی ہے ا ن میں سے ایک نظّام معتزلی متوفی ۲۳۱؁ھ ق ہیں …… نظام معتزلہ کے ارکان اور ان کے بزرگوں میں شمار ہو تے ہیں وہ بڑے بے باک اور نڈر لوگوں میں جانے جاتے ہیں ان کا شمار عظیم الشان علماء میں ہوتا ہے، علم کلام میں ان کے خاص نظریات ہیں جن میں کچھ مشہور کے خلاف بھی ہیں ان کے نظریات اکثر و بیشتر کتابوں میں بحث و گفتگو کے ضمن پیش کئے جاتے رہتے ہیں وہ کہتے ہیں :

’’ان عمر ضرب بطن فاطمۃ یوم البیعۃ حتیٰ القت الجنین من بطنھا، و کان یصیح عمر : أ حرقوا دارھا بمن فیھا !!

وماکان بالدار غیر علی و فاطمۃ و الحسن والحسین‘‘

’’بیعت کے دن عمر نے جناب فاطمہ زہرا ﷥ کے شکم پر ایسا وار کیا جس کی وجہ سے بچہ سقط ہو گیا اور عمر خوب کود رہے تھے :گھر کو گھر والوں سمیت جلا ڈالو!!

اور گھر میں سوائے علی ؑ فاطمہ ﷥ اور حسن ؑ و حسین ؑ کے کوئی اور نہیں تھا‘‘

شہر ستانی نے الملل والنحل [[106]](#footnote-106)؎ میں نظام کے اس کلام کو نقل کیا ہے اور صفدی نے الوافی بالوفیات [[107]](#footnote-107)؎ میں بھی نقل کیا ہے اسے دوسری کتابوں میں بھی دیکھا جا سکتا ہے۔

ابن قتیبہ نے بھی اپنی کتاب ’’المعارف‘‘ میں اس موضوع کو ذکر کیا تھا ‘لیکن جب آج اس کی جدید طبع اور موجودہ معارف کو ملاحظہ کر تا ہوں تو مذکورہ عبارت ندارد ہے اس لئے کہ تحریف اور کاٹ چھانٹ کے بعد طبع کی گئی ہے۔

ابن شہر آشوب متوفی ۵۸۵؁ھ کتاب المعارف سے اس طرح نقل کر تے ہیں۔

’’قنفذ عددی کے ضرب سے محسن سقط ہو گئے ‘‘[[108]](#footnote-108)؎

لیکن جو جدید اور موجودہ طبع میں تحقیق شدہ (!!) متن میں آیا ہے و ہ اس طرح ہے۔

’’محسن بن علی بچپنے میں دنیا سے رخصت ہو گئے ‘‘

سبط ابن جوزی تذکرۃ الخواص میں کہتے ہیں کہ ’’وہ بچپنے میں دنیا سے جا چکے تھے[[109]](#footnote-109)؎ متاخرین کے محدثین میں حافظ محمد بن معتمد خان بدخشانی کتاب نز الابرا رفیما صح من مناقب اھل بیت الاطہار ﷨ میں لکھتے ہیں ’’وہ کمسنی میں وفات پا گئے تھے۔[[110]](#footnote-110)؎

ملاحظہ کیجئے ! ابن ابی الحدید اپنے استاد سے نقل کر تے ہیں : جب استاد کے سامنے ھبار بن اسود کا ماجرا نقل ہوا … جس نے زینب[[111]](#footnote-111) بنت رسول اللہ ﷺ کو ڈرایا تو ان کا بچہ سقط ہو گیا تھا تو رسول اللہ نے ھبار کا خون حلال کر دیا تھا تو میرے استاد نے فرمایا جس وقت لوگ حضرت فاطمہ کے گھر پر حملہ کر رہے تھے اور دختر پیغمبرؐ کو خوف زدہ کررہے تھے (یہاں تک کہ حمل سقط ہو گیا) اگر اس وقت حضرت ختمی مرتبتؐ زندہ ہوتے تو یقیناً جس نے فاطمہ کو ڈرایا تھااس کا بھی خون معاف قرار دیتے

اس کے بعد ابن ابی الحدید کہتے ہیں میں نے استاد سے عرض کیا : حضور ! یہ جو بعض محدثین روایت کر تے ہیں کہ ’’فاطمہ ڈریں اور محسن سقط ہو گئے ‘‘ اسے آپ کے قول کے ساتھ نقل کر وں اجازت مرحمت فرماتے ہیں ؟ استاد نے فرمایا : نہیں !مجھ سے نہ اس روایت کو نقل کرو اور نہ ہی اس کے باطل ہو نے کو نقل کرو! [[112]](#footnote-112)؎

ہاں …شاید اسی لئے روایت نہیں کرتے ہیں … اور جب نقل کرتے ہیں تو تحریف کر دیتے ہیں …اور اگر کوئی اس طرح کی روایت کو نقل کرتا ہے تو اس پر طرح طرح کے الزامات لگائے جاتے ہیں۔

آٹھویں فصل

# جناب زہرا ﷥ کے گھر کی بے حرمتی

## بیت عصمت پر حملہ

اس بات میں ذرہ برابر شک نہیں ہے کہ خلیفۂ وقت کے کارندوں نے حضرت فاطمہ زہرا ﷥کے گھر پر حملہ کیا اور اس کی حرمت و تقدس کو پارہ پارہ کر دیا ہے یہ موضوع ان مسلمات میں سے ہے جن میں کسی طرح کا شبہ کیا ہی نہیں جا سکتا ہے یہاں تک کہ ابن تیمیہ جیسے متعصب شخص کو بھی اس میں کسی طرح کا شک نہیں ہے۔

ابن تیمیہ بھی اصل ماجرا کا انکار نہیں کرتے ہیں مگر اپنی عادتوں سے باز بھی نہیں آتے اس کی تاویل کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

انھوں نے گھر پر اس لئے حملہ کیا تھا تاکہ معلوم کر سکیں کہ خدا وند عالم کے حقوق سے متعلق وہاں مال تو موجود نہیں ہے جسے مسلمانوں کے درمیان تقسیم ہو نا چاہئے (!!)[[113]](#footnote-113)؎

واقعی اب اگر اس کے بعد اس مطلب میں کوئی شک کرے تو وہ ابن تیمیہ سے بھی دوقدم آگے کہلائے گا …؟ (یقیناً زیادہ برا کہلائے گا اس لئے کہ وہ تو حملہ کو تسلیم کرتا ہے) پھر ایسا فرد شیعہ ہونے کا کیسے دعویٰ کر سکتا ہے یا اولاد پیغمبر ؐ اور جناب فاطمہ ﷥ کی فرزندی کا کیوں کر دعویدار ہوسكتا ہے؟

ابوبکر سے روایت کی گئی ہے کہ انھوں نے مر نے سے پہلے اپنی زندگی کے آخری لمحوں میں یہ اعتراف کیا تھا :

’’میں امور دنیا سے کسی چیز کے بارے میں افسوس نہیں کرتا ہوں سوائے تین چیزوں کے جنھیں میں نے انجام دیا ہے اور اے کاش ! میں انھیں انجام نہ دیتا اور اسی طرح تین کاموں کیلئے افسوس کرتا ہوں جنھیں میں نے انجام نہیں دیا اور اے کاش ! میں انھیں انجام دیتا اور اے کاش تین سوال رسول اللہ ﷺ سے دریافت کر لئے ہوتے………

یہ روایت نہایت اہم ہے اس میں سے صرف انھیں باتوں کیطرف اشارہ کر وں گا جو ہمارے اصل موضوع سے متعلق ہے۔

’’وددت انی لم اکشف بیت فاطمہ عن شئی و ان کانوا قد غلقوہ علی الحرب

وددت انی کنت سالت رسول اللہ لمن ھٰذا الامر فلا ینازعہ احد ‘‘

اے کاش ! جناب فاطمہ زہرا ﷥کے گھرکے دروازہ کو نہ کھو لتا خواہ اسے جنگ کی خاطر ہی کیوں نہ بند کیاگیا ہوتا۔

اے کاش ! رسول خدا ﷺ سے دریافت کر لیتا کہ آپ کے بعد آپ کا جانشین کون ہوگاتاکہ اس میں کوئی نزاع نہ کرتا ‘‘

کیا آپ گمان کرسکتے ہیں کہ خلیفۂ اول اپنی اس آرزو میں صادق اور سچے تھے؟

اگر سچے تھے !…تو کیا وہ غدیر کے دن موجود نہیں تھے؟

…کیا اس کے متعلق دیگر واقعات سے باخبر نہیں تھے؟

…کیا وہ غدیر کے دن سب سے پہلے بیعت کر نے والوں میں شامل نہیں تھے؟

خلیفۂ اول کی ان تمام آرزوں کو تاریخ طبری میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

اس کے علاوہ ابن عبد ربہ کی ’’عقد الفرید ‘‘عظیم حافظ، محدث، امام ابی عبید قاسم بن سلام کی کتاب ’’الاموال ‘‘اور ذہبی کی ’’مروج الذہب ‘‘اور ابن قتیبہ کی ’’الامامۃ و السیاسۃ‘‘ کی طرف رجوع فرمائیں۔ [[114]](#footnote-114)؎

اور …اس سلسلہ میں یہ بات بھی توجہ میں رہے کہ تحریف اور کاٹ چھانٹ کا قلم بھی برابر فعال رہا ہے : کتاب الاموال میں ملاحظہ کیجئے تو پتہ چلے گا کہ وہاں بجائے ’’اے کاش !‘‘کے ’’اے کاش! ایسا ویسا نہ کرتا !’’نقل کیا ہے ‘‘!

خوب غور کیجئے ……اصل اور واقعی جملہ کو حذف کر کے اس کی جگہ ’’ایسا اور ویسا‘‘ وضع کرتے ہیں (مگر اہل فکر و نظر اسے بھی اچھی طرح درک کر لیتے ہیں ، مترجم)

اس صورت حال سے کیا آپ امید رکھتے ہیں حقائق جس شکل و صورت میں تھے اسی طرح نقل کئے جائیں گے؟ آپ کس سے اس طرح کی توقع اور امید رکھتے ہیں ؟

ہاں …یہ لوگ اسی طرح تحریف کے ذریعہ مکر و فریب کا جال بنتے ہیں اور لوگ اس کا شکار ہو جا تے ہیں۔

نویں فصل

# چند حقائق پر طائرانہ نگاہ

## چند اہم حقائق

آخر کتاب میں چند حقیقتوں کی طرف بطور اختصار اشارہ کر دینا ضروری و لازم سمجھتا ہوں ، تاکہ ان کے ذریعہ بات مکمل ہو جائے۔

## پہلی حقیقت

جناب صدیقہ طاہرہ حضرت فاطمہ زہرا﷥نے ابوبکر کی ہر گز بیعت نہیں کی اور ابو بکر سے ناراضگی اور غضب آلود حالت میں دنیا سے رخصت ہو ئی ہیں۔ [[115]](#footnote-115)؎

یہ بات کتب صحاح اور اہلسنت کی دیگر کتابوں میں موجود ہے اور ہم نے اسے عائشہ سے نقل کیا ہے۔

یہا ں چند سوال پیش آتے ہیں :

… کیا آپ کی نظر میں جناب فاطمہ زہرا ﷥ اپنے وقت کے امام کی معرفت و بیعت کے بغیر دنیا سے گئی ہیں ؟

…کیا یہ بات تسلیم کی جاسکتی ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا ﷥… (جن کے بارے میں علمائے اہلسنت جانتے ہیں کہ وہ ابوبکر و عمر سے افضل ہیں ) معاذ اللہ جاہلیت کی موت کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوئی ہیں ؟

کیا جگر گوشۂ رسول جنھیں اذیت دینا حرام اور کفر کا موجب ہوتا ہے، اپنے زمانہ کے امام کی بیعت کئے بغیردنیا سے چلی گئیں ؟

عالم اسلام میں کون ایسی بات کہہ سکتا ہے یا قبول کر سکتا ہے؟

اگر ایسا نہیں ! تو پھر بتایئے جناب فاطمہ زہرا ﷥ کا امام زمانہ کو ن تھا؟

## دوسری حقیقت

حضرت علی ﷣ نے حضرت فاطمہ زہرا ﷥ کی شہادت سے ابو بکر کو آگاہ نہیں کیا لہٰذا خلیفۂ اول اور اس گروہ کا کوئی فرد جناب زہرا ﷥ کے نماز جنازہ میں حاضر نہیں ہوا۔

یہ بات سب جانتے ہیں کہ اس زمانہ میں میت پر نماز ادا کرنا خلیفۂ وقت کی ایک ذمہ داری ہو تی تھی، اگر خلیفہ موجود ہے تو کوئی بھی اس کی اجازت کے بغیر نماز جنازہ پڑھنے کا حق نہیں رکھتا تھا۔

جب عبد اللہ بن مسعود دنیا سے رخصت ہو ئے توانھیں عثمان کی اجازت اور اطلاع کے بغیر دفن کر دیاگیا تو عثمان نے اپنے کارندوں کو عما ر کے پاس بھیجا جنھوں نے عمار کو اس بات کے لئے سخت زد وکوب کیا تاریخ میں اس کے بے شمار نمونہ موجود ہیں۔

اس بنا پر جناب فاطمہ زہرا ﷥ کی نماز میت میں حاضر ہو نے کے لئے ابو بکر کو دعوت نہ دینا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ابو بکر کی امامت و خلافت تسلیم نہیں ہے۔

اسی وجہ سے چونکہ اہلسنت جانتے ہیں کہ جناب فاطمہ زہرا ﷥ کے جنازہ ٔ اطہر پر ابوبکر کا نماز جنازہ نہ پڑھنا ان کے خلیفہ نہ ہو نے کی دلیل ہے، تو لوگوں نے ایک حدیث وضع کی كہ حضرت علی ﷣ نے کسی کو بھیج کر ابو بکر کو بلایا ابوبکر اورعمر کچھ لوگوں کے ہمراہ آئے اور حضرت صدیقۂ طاہرہ ﷥ کے جنازہ ٔ اطہر پر نماز ادا کی، حضرت علی ﷣ نے بھی اس نماز میں ابو بکر کی اقتداء کی (!!)وغیرہ وغیرہ۔

## جھوٹی اور جعلی حدیث ملاحظہ کر نے کے بعد اب غور کیجئے

حافظ ابن حجر عسقلانی عبداللہ ابن محمد قدامہ مصیصی کے بارے میں لکھتے ہیں : وہ ضعیف اور ناقابل اعتماد لوگوں میں سے ہے کہ اس نے مالک بن انس کے طریقہ سے مصائب کو جعفر بن محمد سے نقل کیا ہے۔ [[116]](#footnote-116)؎

یہ لوگ اہلبیت ﷨ کے بارے میں بے جا اور نا مناسب باتیں پیش کر تے ہیں اور اہلبیت ﷨ کی زبان سے خود انھیں کے خلاف بے شمار روایتیں وضع کر تے ہیں جیسا کہ بیشتر روایتوں کو امیرا لمومنین ﷣ اور ان کی اولاد یا ان کے بیٹے محمد حنیفہ کی زبانی نقل کر تے ہیں۔

یہی تو امت مسلمہ کا المیہ ہے انھوں نے نہ صرف واقعات اور روداد کو صحیح اور واقعی طور سے نقل نہیں کیا ہے، بلکہ اس کے مقابلہ میں بے شمار روایتوں کو بھی وضع کیا ہے۔

## تیسری حقیقت

حضرت فاطمہ زہرا ﷥ نے وصیت فرمائی تھی کہ انھیں رات کی تاریکی میں دفن کیا جائے تاکہ ان کی مظلومیت طول تاریخ میں ہمیشہ کیلئے باقی رہ جائے، صدیقۂ کونین کے دفن کے ہنگام امیرا لمومنین﷣ کا کلام اس حقیقت کے بہت سے تاریخی پہلوؤں سے پردہ اٹھا تا ہے اور اس میں بے شمار حقائق پائے جاتے ہیں ، آپ کا کلام بہت سے مظالم اورجبر و تشدد سے پردہ اٹھاتا ہے …مگروہ مظالم اس وقت دکھائی دیتے ہیں جب ہر مومن کما حقہ اس خطبہ میں دقت اور غور و فکر کرتاہے۔ [[117]](#footnote-117)؎

جناب فاطمہ زہرا ﷥ کی شبانہ دفن کے بار ے میں وصیت کی توجیہ کر تے ہوئے ابن تیمیہ کہتا ہے : ’’بہت سے لوگ تاریکیٔ شب میں دفن ہوئے ہیں۔‘‘

مگر اس توجیہ کی مفلسی اس وقت معلوم ہو جاتی ہے جب جناب فاطمہ﷥بالکل واضح اور بغیر ابہام کے وصیت فرماتی ہیں : انھیں شب کی تاریکی ہی میں غسل دیا جائے شبانہ دفن کیا جائے اور جن لوگوں نے انھیں تکلیف پہنچائی ہے انھیں خبر نہ کی جائے۔

تو اگر … ایک طرف ابو بکر کے حواریوں اور حمایت کر نے والوں نے حضرت فاطمہ زہرا ﷥ کے جنازے پر ابو بکر کے نماز ادا کر نے کے بارے میں روایت وضع کی ہے … تو دوسری طرف یہ بات بھی بڑی دلچسپ ہے کہ ابن حجر عسقلانی جیسی شخصیت نے اس کے جھوٹی اور جعلی ہو نے کی وضاحت و صراحت بھی کر دی ہے۔ [[118]](#footnote-118)؎

# آخری بات

اس کتاب میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ حضرت پیغمبر اکرم ﷺ کے بعد رونما ہونے والے واقعات پر ایک طائرانہ اور سرسری نگاہ تھی جن کے جزئیات اور دیگر مطالب پر روشنی نہیں ڈالی گئی ہے، نیزواقعات کے سلسلہ میں اقوال و روایات کی تفصیلات پیش نہیں کی گئی ہیں۔

ہاں ……اہلبیت ﷨ اور ان کے چاہنے والوں کے ذریعہ شیعی ماخذمیں یہ تمام واقعات مکمل طور سے تحلیل و تجزیہ کے ساتھ درج ہوئے ہیں۔

اس بات کی امید کی جا تی ہے جو کچھ بیان ہوا وہ اہل فکر و نظر کی رہنمائی کیلئے کافی ہوگا اور اس طرح کے واقعات کے بارے میں عدل و انصاف کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے جوتحقیق و جستجو میں سعی و کوشش کرتے ہیں ان کے لئے نہایت مفید ہوگا۔

اللّٰھم صل علٰی محمد وآل محمد و عجل فرجھم

۱۵؍رجب المرجب ۱۴۳۰ ؁ھ

نیرول نئی ممبئی

1. صحیح بخاری:۴/۲۰۹ کتاب بدء الخلق، باب مناقب قرابۃ رسول اللہ، الخصائص:۳۴، المسندابی داوود طیالسی:۱۹۷، صحیح مسلم: ۷؍۱۴۳، الطبقات: ۲/۴۰مسند احمد:۶/۲۸۲، حلیۃ الاولیاء:۲/۳۹، المستدرک:۳/۱۵۱، صحیح ابن ماجہ:۱/۵۱۸، سنن تر مذی:۵؍۳۲۶ [↑](#footnote-ref-1)
2. صحیح بخاری:۴/۲۱۰، کتاب بدء الخلق، باب منا قب قرابۃ الرسول و منقبۃ فاطمہ ﷥ [↑](#footnote-ref-2)
3. صحیح بخاری:۶/۱۵۸، مسند احمد: ۴/۳۲۸، صحیح مسلم:۷؍۱۴۱، کتاب فضائل الصحابہ، باب فضائل فاطمہ بنت النبی ؐ، سنن ابی دائود:ا؍۴۶۰ [↑](#footnote-ref-3)
4. صحیح مسلم: ۷؍۱۴۱، باب فضائل فاطمہ﷥ [↑](#footnote-ref-4)
5. مسند احمد:۴/۵ [↑](#footnote-ref-5)
6. سنن ترمذی:۵؍۳۶۰ [↑](#footnote-ref-6)
7. المستدرک:۳/۱۵۸ [↑](#footnote-ref-7)
8. مسند احمد:۴/۳۲۳ [↑](#footnote-ref-8)
9. المستدرک:۳/۱۵۳، کنزالعمال:۱۲/۱۱۱، ۱۳/۶۷۴ [↑](#footnote-ref-9)
10. المستدرک:۳/۱۵۸، ا لاصابہ:۸/۲۶۶، تھذیب التھذیب:۱۲/۳۹۲، کنزالعمال: ۱۲/۱۱۱و۱۳/۶۷۴ [↑](#footnote-ref-10)
11. اس حدیث کی بعض عبارت میں آیا ہے آنحضرت ﷺ کا فاطمہ زہرا ﷥ سے رازدارانہ گفتگو عائشہ کیلئے بہت گراں تھی۔ [↑](#footnote-ref-11)
12. اہلسنت کی کتابوں اور ماخذ میں آنحضرت ؐ کے بعد درودو سلام ناقص(اور ابترکی) شکل میں آیا ہے مگر ہم نے آنحضرتؐ کی حدیث کے مطابق کامل نقل کیا ہے [↑](#footnote-ref-12)
13. صحیح بخاری:۴/۱۸۳، صحیح مسلم:۷؍۱۴۲، المستدرک:۴/۲۷۲، مسند احمد:۶/۲۸۲، یہ حدیث سنن ترمذی ۵؍۳۶۹میں مختصر فرق کے ساتھ نقل ہوئی ہے۔ [↑](#footnote-ref-13)
14. المستدرک:۳/۱۶۰حلیۃا لا ولیاء:۲/۴۱، ا لاستیعاب:۴/۱۸۹۶۔ [↑](#footnote-ref-14)
15. المستدرک:۳/۱۵۴ [↑](#footnote-ref-15)
16. مجمع الذوائد:۹؍۲۰۲ [↑](#footnote-ref-16)
17. فیض القدیرفی شرح الجامع الصغیر:۴ ؍۴۲۱ [↑](#footnote-ref-17)
18. مسند احمد:۳/۴۸۳ [↑](#footnote-ref-18)
19. صحیح ابن حبان: ۱۵؍۳۶۵، المستدرک: ۳/۱۲۱، الاصابہ: ۴/۵۳۴، اسد الغابہ: ۴/۱۱۴۔ [↑](#footnote-ref-19)
20. کنز العمال: ۱۱/۶۰۱ [↑](#footnote-ref-20)
21. المستدرک: ۳/۱۲۲، مجمع الزوائد: ۹ ؍ ۱۲۹، اسد الغابہ اور اصابۃ میں چند ائمہ کے حالات کے شرح میں نقل ہوئی ہے۔ [↑](#footnote-ref-21)
22. صحیح مسلم:۱/۶۱، کتاب الایمان، باب بیان اطلاق اسم الکفر علی من ترک الصلاۃ۔ [↑](#footnote-ref-22)
23. سنن ابن ماجہ: ۱/۴۲، سنن نسائی: ۸/۱۱۷، سنن ترمذی: ۵؍۲۹۹۔ [↑](#footnote-ref-23)
24. مسندا حمد: ۱/۸۴، ۱۲۸، کنزالعمال: ۱۳/۱۲۰ شمارۂ۳۶۳۸۵۔ [↑](#footnote-ref-24)
25. المستدرک: ۳/۱۴۰ [↑](#footnote-ref-25)
26. تلخیص المستدرک: ۳/۱۴۰ [↑](#footnote-ref-26)
27. تاریخ بغداد : ۱۱/۲۱۶، تاریخ مدینۃ الدمشق: ۴۲/۴۴۷، تذکرۃ الحفاظ: ۳/۹۹۵ [↑](#footnote-ref-27)
28. مجمع الذوائد : ۹؍ ۱۱۸ [↑](#footnote-ref-28)
29. المستدرک : ۳/۱۳۹ [↑](#footnote-ref-29)
30. میزان الاعتدال: ۳/۳۵۵ [↑](#footnote-ref-30)
31. مسند احمد : ۲/ ۲۸۸ و ۳۰۱ و ۳۲۴و ۳۲۸ [↑](#footnote-ref-31)
32. شرح نہج البلاغہ : ۲۰؍۲۹۸ [↑](#footnote-ref-32)
33. نہج البلاغہ : ۲/ ۸۴۔نہج البلاغہ فیض الاسلام خطبہ ۱۷۱ [↑](#footnote-ref-33)
34. شرح نہج البلاغہ : ۱۶/۱۵۱ [↑](#footnote-ref-34)
35. ہم نے اہل سنت کی معتبر عبارتوں کے ترجمہ میں قابل غور اور محل تأمل مقام پر (!!) نشانی قرار دی ہے۔ [↑](#footnote-ref-35)
36. الکامل فی الضعفاء: ۳/۲۸ [↑](#footnote-ref-36)
37. مجمع الزوائد: ۸/۲۱۵ [↑](#footnote-ref-37)
38. وہی مدرک [↑](#footnote-ref-38)
39. یہ کتاب طبع ہو کر بازار میں دستیاب ہے مزید معلومات کے لئے شرح نہج البلاغہ ۹؍۲۳ ملاحظہ کیا جائے۔ [↑](#footnote-ref-39)
40. الکامل فی الضعفاء: ۶/۵۴۵ [↑](#footnote-ref-40)
41. الکامل فی الضعفاء: ۵؍۵۱۹ [↑](#footnote-ref-41)
42. سیر اعلام النبلاء : ۱۳/۵۰۹، تذکرۃ الحفاظ :۲/۶۸۴، میز ان الاعتدال : ۲/۶۰۰۔ [↑](#footnote-ref-42)
43. تہذیب التہذیب: ۵/۲۲۳۔ [↑](#footnote-ref-43)
44. ابو عوانہ اہلسنت کے عظیم حافظ اور محدث شمار ہو تے ہیں انھوں نے صحیح ابو عوانہ کے نام سے کتاب تالیف کی ہے۔ [↑](#footnote-ref-44)
45. ذہبی نے ان کے بارے میں اس طرح لکھا ہے : وہ صحیح بخاری ومسلم کے رواۃ اور پیشوائے رہبران سے ہیں ـ سیر اعلام النبلاء: ۷/۴۲۸ [↑](#footnote-ref-45)
46. کتاب العلل والرجال: ۱/۶۰ [↑](#footnote-ref-46)
47. ذہبی ان کے بارے میں کہتے ہیں :وہ رواۃ کے سلسلہ میں جرح و تعدیل کر نے والوں میں مقدم اور حافظوں کے سردار تھے۔سیر اعلام النبلاء : ۹/۱۹۲۔ [↑](#footnote-ref-47)
48. کتاب العلل والرجال:۳/۹۲۔ [↑](#footnote-ref-48)
49. میزان الاعتدال : ۱/۲۷۔ [↑](#footnote-ref-49)
50. ذرا دقت کیجئے !احمد بن حنبل ان سے حدیث نقل کر تے ہیں اور کہتے : وہ میری نظر میں جھوٹے نہیں تھے۔ [↑](#footnote-ref-50)
51. تہذیب التہذیب: ۲/۲۹۱۔ [↑](#footnote-ref-51)
52. وہی مدرک : ۱/۲۷۴ [↑](#footnote-ref-52)
53. تہذیب الکمال: ۴/۳۲۲ [↑](#footnote-ref-53)
54. تہذیب التہذیب : ۲/۸۲۔۸۳ [↑](#footnote-ref-54)
55. وہی مدرک : ۳/۲۶۴ [↑](#footnote-ref-55)
56. سیر اعلام النبلاء : ۲۱/۱۶۱ [↑](#footnote-ref-56)
57. شرح المقاصد : ۵؍ ۳۱۱ [↑](#footnote-ref-57)
58. یقیناً یہ کتنی عظیم مصیبت ہے۔ فقہائے شیعہ میں سے کسی فقیہ کے حالات زندگی میں نقل ہوا ہے کہ ایام عزاداری امام حسین﷣ میں کسی خطیب نے ان کے سامنے ذکر مصائب کے وقت یہ جملہ ادا کیا ’’حضرت زینب ﷥ ابن زیاد کے دربار میں حاضر ہو ئیں ‘‘ خطیب اس دربار میں رونما ہو نے والے واقعات کی تشریح کرنا چاہتا تھا، فقیہ نے خطیب کو اشارہ کیا کہ تھوڑی دیر رک جاؤ آگے کے واقعات ابھی بیان نہ کرو اس کے بعد فرمایا : پہلے ہم لوگ جملۂ ’’حضرت زینب ﷥ دربار ابن زیاد میں حاضر ہوئیں ‘‘ کے حق کو بخوبی ادا کر لیں واقعی وہ کتنی عظیم اور بڑی مصیبت تھی !!(اسی طرح جگر گوشۂ رسول صدیقہ طاہرہ ﷥ کا دربار خلافت میں آنا خود ایک عظیم مصیبت ہے !!) [↑](#footnote-ref-58)
59. الدر المنثور فی التفسیر بالماثور:۴/۱۷۷ [↑](#footnote-ref-59)
60. منھاج السنۃ: ۷؍۱۳ [↑](#footnote-ref-60)
61. الصواعق المحرقہ :۳۱ [↑](#footnote-ref-61)
62. شرح المواقف: ۸/۳۵۶ [↑](#footnote-ref-62)
63. الکافی:۷؍۴۰۱باب النوادر، من لایحضرہ الفقیہ: ۳/۱۰۸، المجموع:۲۰؍۲۲۳، المبسوط :۱۶/۱۱۴ [↑](#footnote-ref-63)
64. صحیح بخاری:۳/۱۴۳ [↑](#footnote-ref-64)
65. جامع الاصول: ۱۰؍۵۵۷ [↑](#footnote-ref-65)
66. صحیح ابی دائود: ۳/۴۱۹ [↑](#footnote-ref-66)
67. صحیح مسلم : ۵؍۱۲۸ [↑](#footnote-ref-67)
68. شرح المواقف: ۸/۳۵۶ [↑](#footnote-ref-68)
69. طبقات ابن سعد میں ان کے حالات زندگی میں ، والاصابۃ ابن حجر:۴/۴۳۲ [↑](#footnote-ref-69)
70. صحیح بخاری : ۳/۵۸، صحیح مسلم :۷؍۷۵ [↑](#footnote-ref-70)
71. الکواکب الدرار ی فی شرح البخاری: ۱۰؍ ۱۲۵ [↑](#footnote-ref-71)
72. فتح الباری فی شرح البخاری: ۴/۳7۵ [↑](#footnote-ref-72)
73. سورۂ آل عمران: آیۃ ۱۱۰ [↑](#footnote-ref-73)
74. سورۂ بقرہ: آیۃ ۱۴۳ [↑](#footnote-ref-74)
75. عمدۃ القاری فی شرح البخاری:۱۲/۱۲۱ [↑](#footnote-ref-75)
76. صحیح بخاری: ۵؍ ۸۲، کتاب المغازی، باب غزوۂ خیبر، صحیح مسلم: ۵؍ ۱۵۳، کتاب الجہاد والسیر [↑](#footnote-ref-76)
77. واضح ہو کہ فقہ جعفری کی بنیاد پر چچا طبقۂ اول میں شمار نہیں ہوتے ہیں اولاد کی موجودگی میں اپنے بھائی کے بیٹے سے میراث نہیں ملتی۔(فخر الدین رازی نے اپنے مسلک کے اعتبار سے جناب عباس کا نام ذکر کیا ہے) [↑](#footnote-ref-77)
78. التفسیر الکبیر: ۹؍ ۲۱۰ [↑](#footnote-ref-78)
79. اگر شک ہو تو ماخذ و اسناد ملاحظہ کریں : ابن حاجب نے المختصر فی علم الاصول ۲/ ۵۹، فخر رازی نے المحصول فی علم الاصول میں ۲/۸۵، غزالی نے المستصفیٰ فی علم الاصول میں ۲/ ۱۲۱، آمدی نے الاحکام فی اصول الاحکام ۲/۷۵، و ۳۴۸/میں ، بخاری نے کشف الاسرار فی شرح اصول البزودی اور دیگر علمائے اہلسنت نے اصول فقہ کی کتابوں میں اسی مطلب کو لکھا ہے [↑](#footnote-ref-79)
80. بطور نمونہ دیکھئے کنز العمال: ۱۲/ ۶۰۵ح ۱۴۰۷۱ [↑](#footnote-ref-80)
81. دیکھئے: شرح المواقف: ۸/۳۵۵ و شرح المقاصد: ۵؍ ۲۷۸ [↑](#footnote-ref-81)
82. متوفی ۲۸۳؁ھ ق ابن خراش نے شیخین کے عیوب و نقائص میں دو جلدیں کتابیں لکھی تھی، اور انھیں دو جلدوں کی بنا پر ان کے شیعہ ہو نے کی نسبت دی گئی ہے جبکہ اہلسنت کی تمام کتابیں علم حدیث و رجال میں ابن خراش کے آراء و نظریات سے بھری پڑی ہیں :ذرا ملاحظہ کیجئے ذہبی نے کس طرح ان کی مذمت کی ہے : ’’خدا کی قسم ! یہ شیخ جس کے پیر پھسل گئے، یہ وہی ہے جس کی ساری محنت و کوشش تباہ ہو گئی، اس لئے کہ وہ اپنے زمانے کے حافظ تھے، تحصیل علوم میں دور دراز کا سفر طے کیا، حیرت انگیز طور سے علوم و معارف پر تسلط تھا۔ مگر اس کے با وجود اپنے علم سے فائدہ نہیں اٹھا سکا۔

    ( گویا انسان اسی وقت اپنے علم و دانش سے بہرہ مند ہوتا ہے جب صرف خلفاء کے حق میں بات کر تا ہے) [↑](#footnote-ref-82)
83. الکامل فی الضعفاء: ۵؍۵۱۸ [↑](#footnote-ref-83)
84. المصنّف: ۷؍۴۳۲ [↑](#footnote-ref-84)
85. اس اہم اور حساس نکتہ پر دقت کریں کہ ان لوگوں میں طلحہ بھی موجود تھے اس وقت زبیر اہلبیت ﷨ کے قریبی لوگوں میں شمار ہو تے تھے، لیکن طلحہ ابو بکرہی کے قبیلۂ تیم سے تھے۔ [↑](#footnote-ref-85)
86. تاریخ طبری : ۳/۲۰۲ [↑](#footnote-ref-86)
87. الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب: ۳/۹۷۵ [↑](#footnote-ref-87)
88. انساب الاشراف: ۱/۵۸۶ [↑](#footnote-ref-88)
89. جو سب سے پہلے گیا وہ عمر کے بجائے کوئی دوسرا شخص تھا، ابو بکر نے اس کے بعد عمر کو بھیجا [↑](#footnote-ref-89)
90. العقد الفرید: ۵؍۱۳ [↑](#footnote-ref-90)
91. المختصر فی اخبار البشر: ۱/۱۵۶ [↑](#footnote-ref-91)
92. مروج الذہب : ۳/۸۶، مسعودی کے حوالے سے ابن ابی الحدید نے بھی اسے شرح نہج البلاغہ ( ۲/۱۴۷) میں نقل کیا ہے۔ [↑](#footnote-ref-92)
93. یہ کتاب ’’الکامل ابن اثیر ‘‘۱۶۴کی بعض طبع کی حاشیہ میں نشر کی گئی ہے۔ الکامل معتبر تاریخ میں شمار ہو تی ہے [↑](#footnote-ref-93)
94. الشافی فی الامامہ:۳/۲۴۱ [↑](#footnote-ref-94)
95. اس زمانہ کا اصفہان [↑](#footnote-ref-95)
96. لسان المیزان :۱/۱۰۲ [↑](#footnote-ref-96)
97. مسند احمد: ۱/۱۱۸ [↑](#footnote-ref-97)
98. المستدرک: ۳/۱۶۵ [↑](#footnote-ref-98)
99. تلخیص المستدرک: ۳/۱۶۵ [↑](#footnote-ref-99)
100. سیر اعلام النبلاء: ۱۵؍۵۷۶ [↑](#footnote-ref-100)
101. سیر اعلام النبلاء : ۱۴/۳۰۹ [↑](#footnote-ref-101)
102. روایت میں لفظ ’’رَ فَس‘‘ استعمال ہوا ہے جس کے معنی بیان کرنے کی ہمت نہیں ہوتی (مترجم) [↑](#footnote-ref-102)
103. میزان الاعتدال: ۱/۱۳۹ [↑](#footnote-ref-103)
104. دیکھئے الاصابۃ فی تمیز الصحابہ :۳/۲۶ [↑](#footnote-ref-104)
105. روایت کا متن یوں ہے : مطرف کہتے ہیں : عمر ان بستر بیماری پر تھے ( جس میں وہ دنیا سے رخصت ہو گئے) میرے پاس ایک پیغام بھیجا کہ : میں تمہارے لئے کچھ حدیثوں کو نقل کرنا چاہتا ہوں شاید میرے بعد ان کے ذریعہ خدا وند عالم تمہیں نیکی عطا کرے، اگر میں شفا پاگیا تو ان حدیثوں کو مخفی رکھنا اور اگر دنیا سے رخصت ہو گیا تو انھیں آشکار کر دینا وہ میرے پاس موجود ہیں آگاہ ہو جاؤ آنحضرتؐ نے حج اور عمرہ کو ایک ساتھ انجام دیا ہے اور اس بارے میں نہ کوئی آیت آئی نہ پیغمبر اکرم نے منع فرمایا، بلکہ ایک شخص نے اپنی رائے اور نظریہ کی بنیا د پر جو کچھ چاہا بیان کیا ہے۔ المسند:۴/۴۳۴ [↑](#footnote-ref-105)
106. الملل والنحل: ۱/۵۹ [↑](#footnote-ref-106)
107. الوافی بالوفیات :۶/۱۷ [↑](#footnote-ref-107)
108. مناقب آل ابی طالب:۳/۳۵۸ [↑](#footnote-ref-108)
109. تذکرۃ الخواص : ۵۴ [↑](#footnote-ref-109)
110. نزل الابرار : ۷۴ [↑](#footnote-ref-110)
111. رسول اللہﷺ كی بیٹی اور پروردہ ہونے كے بارے میں علماء میں اختلاف رائے ہے۔ [↑](#footnote-ref-111)
112. شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید : ۱۴/۱۹۲ [↑](#footnote-ref-112)
113. منہاج السنۃ: ۸/۲۹۱ [↑](#footnote-ref-113)
114. کتاب الاموال:۱۳۱، الامامہ والسیاسۃ:۱/۱۸، تاریخ طبری:۳/۴۳۰، مروج الذہب: العقد الفرید:۲/۲۵۴ [↑](#footnote-ref-114)
115. ر۔ک:مسند احمد:۱/۶، صحیح بخاری:۴/۴۲، از سنن الکبری للبیہقی:۶/۳۰۰، فتح الباری:۶ /۱۳۹، عمدۃ القاری:۱۵؍۱۹ [↑](#footnote-ref-115)
116. لسان المیزان ۳/۳۳۴ [↑](#footnote-ref-116)
117. نہج البلاغہ: ۲/۱۸۲ [↑](#footnote-ref-117)
118. لسان المیزان: ۳/۳۳۴ [↑](#footnote-ref-118)